ماہنامہ نعت لاہور

شہیدانِ ناموسِ رسالت



ماہنامہ نعت لاہور

جلد ۴ مارچ ۱۹۹۱ء شمارہ ۳

شہیدانِ ناموسِ رسالتؐ

(حصہ سوم)

ایڈیٹر: راجا رشید محمود

مشیرِ خصوصی: چوہدری رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ

معاون: شہناز کوثر

خطاط: جمیل احمد قریشی تنویر رقم
خلیل احمد نوری

قیمت ۱۵ روپے (فی شمارہ)
۶۰ روپے (زرِ سالانہ)

مینجر: اظہر محمود

پرنٹر: حاجی محمد نعیم کھوکھر۔ جیم پرنٹرز۔ لاہور

پبلشر: راجا رشید محمود

بائنڈر: خلیفہ عبدالمجید۔ بک بائنڈنگ ہاؤس ۳۸۔ اردو بازار۔ لاہور

اظہر منزل مسجد سٹریٹ نمبر ۵۔ نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ
لاہور (پاکستان) پوسٹ کوڈ ۵۴۵۰۰

(منظر رقم)

فون: ۴۱۳۶۸۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ افتخار کوئی کم تو نہیں کہ میں غازیٔ لاہور غازی علم الدین شہیدؒ کے مزار پر سلیوٹ مارتا رہتا ہوں

یہ اعزاز بھی بہت بڑا ہے کہ میں اُس ملت کا فرد ہوں — حقیر، کم مایہ اور نکما سہی — جس میں کئی شہیدانِ ناموسِ رسالت پیدا ہوئے

لیکن اس حقیقت میں بھی تو میرے سر اُٹھا کر چلنے کا جواز موجود ہے کہ میرے آبا و اجداد بھی اُسی ضلعے کے باسی تھے جس نے مرید حسینؒ اور میاں محمدؒ کو جنم دیا

بھلہ کریالہ اور تلہ گنگ اب چکوال میں ہیں تو چوآ سیدن شاہ کی وادیٔ گُل بھی وہیں ہے

محمد عبداللہؒ کے جیالے صاحبزادے نے رام گوپال، اور صوبیدار غلام محمدؒ کے جوانمرد فرزند نے چرن داس کو کیفرِ کردار تک پہنچایا — خدا کرے، راجا غلام محمدؒ کے معصیت پیشہ بیٹے کے ہاتھ رُشدی کی گردن تک پہنچیں — وہ جہنم رسید ہو اور یہ گوہرِ مراد پالے۔

رُشدی کی کتاب چھاپنے والے ادارے پنگوئن میں ساٹھ فی صد حصص امیر کویت کے تھے۔ اُس کا حال تو دنیا دیکھ رہی ہے، انجام بھی دیکھے گی۔

خدا کرے، شاتمِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی کسی بھی کوشش میں حصہ لینے والے ہر فرد کا انجام عبرت ناک ہو!!

فہرست

منظومات

مَیں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی، برادر بھی فدا

کافروں نے یہ کیا جنگِ اُحد میں مشہور
کہ پیمبرؐ بھی ہُوئے کشتۂ شمشیرِ دو دم
ہو کے مشہور مدینے میں جو پہنچی یہ خبر
ہر گلی کوچہ تھا ماتم کدۂ حسرت وغم
ہو کے بیتاب گھروں سے نکل آئے باہر
کودک و پیر و جوان و خدم و خیل و حشم
وہ بھی نکلیں کہ جو تھیں پردہ نشینانِ عفاف
جن میں تھی سیدۂ پاک رضؓ بھی بادیدۂ نم
ایک خاتون کہ انصار زنکو نام سے تھیں
سخت مضطر تھیں نہ تھے ہوش وحواس اُن کے بہم
موقعِ جنگ پہ پہنچیں تو یہ لوگوں نے کہا
کیا کہیں تجھ سے کہ کہتے ہُوئے شرماتے ہیں ہم

دنیا سے دل لگا کے بھلا کیا ملا ہمیں
اب عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بھی جاں دے کے دیکھ لیں

غازی مُرید حُسین شہید رحمۃ اللہ علیہ

تیرے بیٹے نے لڑائی میں شہادت پائی

تیرے والد بھی ہوئے کشتۂ شمشیر ستم

سب سے بڑھ کر یہ کہ شوہر بھی ہوا تیرا شہید

گھر کا گھر صاف ہوا ٹوٹ پڑا کوہِ الم

اس عفیفہ نے یہ سب سُن کے کہا تو یہ کہا

یہ تو بتلاؤ کہ کیسے ہیں شہنشاہِ امم

سب نے دی اس کو شہادت کہ سلامت ہیں حضورؐ

گرچہ زخمی ہیں سر و سینہ و پہلو و شکم

بڑھ کے اس نے رُخِ اقدسؐ کو جو دیکھا تو کہا

تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہیں سب رنج و الم

—— شبلی نعمانی

بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ

شہیدِ عشق

شہید، جانِ وطن ہے، شہید، شانِ حیات
شہیدِ قوم کو ملتا ہے ارمغانِ حیات
فروغِ زندگیِ جاوداں شہادت ہے
ہے اس کے دم سے تر و تازہ گلستانِ حیات

عروسِ رحمتِ حق سے ہے ہمکنار شہید
ہے ملکِ یُمن و سعادت کا تاجدار شہید
حبیبِ خالقِ کونین ہے مجاھدِ قوم
اداشناسِ نبوّت ہے حق شعار شہید

شہید، کشورِ عزم و عمل کا سُلطان ہے
شہید زندہ دلانِ وطن کا ارمان ہے
شہادت اہلِ محبّت کی منزلِ مقصود
شہادت، اصلِ عمل اور جانِ ایماں ہے

شہید واقفِ اسرارِ لفظِ حُریّت
شہید، شارحِ احکامِ ربِّ دو عالم
چراغِ راہِ سعادت ہے نقشِ پائے شہید
شہید ہی سے ہے وابستہ عظمتِ آدم
ایثار رہا ہے یہ اُس کا عمل کہ محشر میں
غمِ حسابِ عمل سے ہے بے نیاز شہید
زہے یہ اوجِ وقارِ شہیدِ عشق کہ ہے
لقائے خالقِ اکبر سے سرفراز شہید
ہے اُس کی قوّتِ بازو امینِ فتحِ مُبین!
وقارِ اہلِ وطن ہے شہید کے دم سے
ہے اس کی بوئے نفس سے پھبن بہاروں کی
فروغِ حُسنِ چمن ہے شہید کے دم سے
شہید پیکرِ ایثار و جرأت و اخلاص
شہید خاتمِ ہستی کا تابدار نگیں
شہید، زندۂ جاوید ہے زمانے میں
گواہ اس کی صداقت پہ ہے کتابِ مُبیں
جو ہو تحفظِ ناموسِ مصطفیٰؐ پہ فدا
بفضلِ حق وہ سعادت نصیب ہو جائے
قبولِ خالقِ کون و مکاں ہو جس کا عمل
اسے مقامِ شہادت نصیب ہو جائے

—— قمر یزدانی

کون مُسلمان کون کافر

فلسفۂ ایمان، —— قُرآن و احادیث کی روشنی میں

تحریر: رائے محمد کمال

نبی کریمؐ ہمیشہ سے مومن نگاہوں کا مرکز ہیں۔ آپ کا فکر و تصوّر اہلِ عشق کی نماز اور درود و سلام کا وِرد افضل ترین عبادت ہے۔ ہر مسلمان کا دل آپ کی عقیدت و محبت کا مسکن ہے۔

قرآن حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے "مسلمانوں کو اپنے نبیؐ کے ساتھ اپنی جانوں سے زیادہ محبت رکھنی چاہیئے اور ازواجِ مطہرات مسلمانوں کی مائیں ہیں"۔ ایک اور جگہ حکم ہوتا ہے "اگر اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو نبی اکرمؐ کی اطاعت کرو!" اس آیہ کی تفسیر میں حدیث کے یہ الفاظ ہیں لایومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہٖ و ولدہٖ والناس اجمعین۔ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ رحمۃ العالمینؐ کو اپنے والدین، اپنی اولاد، اپنی جان اور دیگر تمام دنیا سے زیادہ عزیز نہ رکھے۔ عشق و محبت اور الفت و ارادت کی یہ ایک طویل داستان ہے۔ اسلام کے پہلے شہید حضرت حارثؓ بن ابی ہالہ ہیں۔ جنہوں نے کعبۃ المعلیٰ میں امام الانبیاءؐ کو کفارِ مکہ سے بچانے کے لیئے اپنی جان نذر کر دی اور جنابِ رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ حارثؓ شہیدِ اول ہے۔ جن کی روح بغیر حساب کے جنت الفردوس میں داخل ہوگی۔

عشاقِ حقیقی کا کئی بار امتحان ہوا ہے۔ کبھی کسی کو جلتی دھوپ میں لٹا کر چھاتی پر پتھر رکھ دیئے گئے کہ کروٹ نہ بدل سکے۔ لوہا گرم کر کے اس سے بدن کو داغتے۔ کوئلے جلا کر زمین پر بچھاتے اور عاشقانِ رسولؐ کو دہکتے انگاروں کی سیج پر چت لٹا دیتے۔ کسی کے پاؤں میں رسی ڈال کر کھچوائی گئی۔ بعض کو تپتی ہوئی زمین پر ننگا لٹا کر اوپر سے کانٹوں والی شاخیں ماری گئیں۔ قصہ کوتاہ عشقِ محمدؐ کی وجہ سے مشرکین نے شمعِ رسالت کے پروانوں کو ظلم و جور کا تختۂ مشق بنائے رکھا۔ مگر ان کی استقامت میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی۔

حضرت زید رضؓ سرورِ کل جہاںؐ کے مداح تھے ۔ ایک دفعہ وہ مشرکین کی قید میں آگئے جنہوں نے آپ کو برسرِعام شہید کر دینے کا اعلان کیا اور دیرینہ عربی روایات کے مطابق پوچھا کہ تمہاری زندگی کا خاتمہ کس طرح کیا جائے ۔ آپ نے بہزار اطمینان فرمایا " یوں تو ہر انسان فانی ہے ۔ مگر حرمتِ رسول اقدسؐ پر کٹ مرنا حیاتِ جاودانی ہے ! ایسی موت میرے لیے خوشیوں کا پیغام ہے ۔ آپ جس طرح چاہیں میری روح کو اس تنِ خاکی سے آزاد کریں ۔

البتہ شہادت کا یہ بلند رتبہ عطا ہونے پر مجھے دو رکعت نماز بطور شکرانہ ادا کرنے کی اجازت دی جائے " چنانچہ نماز ختم ہوتے ہی آپ نے بصد اشتیاق خود کو شہادت کے لیے پیش کر دیا اور کفار نے آپ کو تڑپا تڑپا کر شہید کیا ۔ مگر آپ ہر دار پر بصد ناز و فخر درود و سلام کا ورد کرتے رہے اس ایمان پرور واقعہ کو مولانا ظفر علی خان نے بھی ایک روح افزا انداز سے منظم کیا ہے ۔

عشق و مستی میں ڈوبی ہوئی حضرت بلال رضؓ کی اذان اور ان کا عشقِ مصطفیٰؐ افسانہ نہیں ۔ مگر افسانے سے زیادہ حسین اور زوردار ہے ۔ حضرت خبیب رضؓ کا موت کی آغوش میں رقص و تبسم بھی کتابِ عشق کا ایک ناقابلِ فراموش باب ہے ۔ حضرت عثمانؓ ، ابوذر رضؓ ، زبیر رضؓ ، سعید بن زید رضؓ اور سعد رضؓ بن وقاص کو حضور علیہ السلام پر ایمان لانے کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں ۔ مگر بقول شبلی نعمانی " یہ تمام مظالم ، یہ جلادانہ بے رحمیاں ، یہ عبرت خیز سفاکیاں ایک مسلمان کو بھی راہِ حق سے متزلزل نہ کر سکیں " ۔ ایک نصرانی مورخ نے پالوجی کا ڈفری ہگنس (ترجمہ اردو مطبوعہ بریلی) میں نہایت سچ کہا ہے " کہ عیسائی اس کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسائل نے وہ درجہ نشۂ دینی کا آپ کے پیروؤں میں پیدا کیا ۔ جس کو حضرت عیسیٰؑ کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے ۔ حضرت عیسیٰؑ کو سولی پر لے گئے تو ان کے پیرو بھاگ گئے ۔ ان کا نشۂ دینی جاتا رہا اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجے میں گرفتار چھوڑ کر چل دیے ۔ برعکس اس کے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے اور آپ کے بچاؤ میں اپنی جان خطرے میں ڈال کر کل دشمنوں پر آپ کو غالب کیا " ۔

غزوۂ بدر حق و باطل کا وہ پہلا معرکہ ہے ۔ جس میں مٹھی بھر مسلمان کثیر تعداد کفار کے مقابل صف آرا ہوئے اور خدا کی راہ میں اپنی جانیں قربان کیں اس کے بعد بھی سینۂ ارض پر ایسے کئی خونریز

معرکے ہوئے جن میں مسلمانوں نے اپنے مقدس خون سے حرمتِ رسولِ عربی اور تحفظِ حرم کا فریضہ ادا کیا ۔

معرکۂ کربلا عشق و محبت کی ایک ایسی کتاب ہے جس کا ورق ورق خود اپنی مثال آپ ہے ۔ خیر الانامؐ کی ذاتِ پاک سے ارادت کیشی کی شدت اس واقعے سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ جب غزوۂ احد میں سید الرسلؐ کا دانت مبارک شہید ہوا تو حضرت اویس رضؓ قرنی نے فقط اتباعِ مصطفیٰؐ کے جذبے سے اپنے تمام دانت توڑ ڈالے ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے بھی ایک مرتبہ فرطِ عقیدت سے فرمایا " مجھے محبوبؐ خدا خود خدا سے بھی زیادہ محبوب ہیں " ۔ اس مضمون کو حکیم الامت ڈاکٹر اقبال رحؒ نے یوں بیان کیا ہے ؎

معنیٔ حرفم کنی تحقیق اگر — بنگری با دیدۂ صدیق اگر
قوتِ قلب و جگر گردد نبیؐ — از خدا محبوب تر گردد نبیؐ

یعنی " اگر تو میری بات کو سمجھے اور اس فلسفے پر حضرت ابوبکر رضؓ کی آنکھوں سے نظر ڈالے تو دل و جگر کی تمام تر قوت سید المرسلینؐ پر قربان ہوا چاہتی ہے اور محبوبِ خدا کی ذاتِ اقدس خدا سے بھی زیادہ پیاری ہو جاتی ہے " کیونکہ ہم نے خدائے عزّ و جل کو آپ کے ذریعے سے ہی پہچانا ہے ۔

ہم کتابِ عشق کے جس باب کا بھی مطالعہ کریں اس کا ایک ایک ورق از حد ایمان افزا ہے روایت ہے ایک نام نہاد مسلمان اور یہودی کی کسی کاروباری معاملے میں نزاع ہو گئی ۔ ان دونوں میں طے پایا کہ اس اختلاف کا فیصلہ سرکارِ دو عالم سے کرا لیا جائے ۔ وہ دونوں دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنی آمد کا مدعا عرض کیا ۔ یہودی اپنے موقف میں سچا تھا ۔ چنانچہ مولائے کائناتؐ نے اس کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا ۔ بعد ازاں کم بخت منافق نے حضرت فاروقِ اعظم رضؓ سے فیصلہ کرانا چاہا اور وہ کشاں کشاں ابن خطاب کے روبرو پیش ہوئے ۔ جب حضرت عمر رضؓ کو تمام حالات کا علم ہوا تو آپ نے تلوار کھینچ لی اور اس نام نہاد مسلمان کا سر تن سے جدا کر کے فرمایا " جو رسول اللہؐ کے فیصلے سے انحراف کرے ۔ وہ اسی فیصلے کا مستحق ہے " ۔

یہی وجہ ہے کہ عاشقانِ رسولؐ کی عقیدت سے دشمن بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے ۔ ایک سفیر کی روداد کا یہ تذکرہ مخالف مولفین کے قلم سے بھی بے اختیارانہ نکل کر بروئے کاغذ آ گیا ہے " میں نے قیصر و کسریٰ

اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں۔ یہ عقیدت اور وارفتگی کہیں نہیں دیکھی۔ صحابہ بات کرتے ہیں تو سناٹا چھا جاتا ہے۔ کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا۔ وہ وضو کرتے ہیں تو جو پانی گرتا ہے اس پر خلقت ٹوٹ پڑتی ہے۔ تھوک گرتا ہے تو عقیدت کیش ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں اور چہرہ اور ہاتھوں پر مل لیتے ہیں۔ بڑے بڑے لوگ کمینوں کی طرح ان کی جوتیاں جھاڑتے ہیں۔"

شاتم رسول کا قتل جائز بلکہ فرض ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو اپنی خلافت کے دوران میں اطلاع ملی کہ آپ کے ماتحت ایک والی نے ایک عورت کے دانت اکھیڑ دیے ہیں۔ کیونکہ اس عورت نے حضور علیہ السلام کی شان میں ناروا کلمات کہے تھے۔ آپ نے فرمایا "اب سزا دی جا چکی ہے۔ ورنہ میں حکم دیتا کہ عورت کو قتل کر دیا جائے۔ اس لیے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی سے پیش آئے۔ اس کی سزا قتل ہے۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (جنہیں اہل حدیث اپنا مقتدا مانتے ہیں) ایک کتاب "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" لکھ گئے ہیں۔ جس میں وہ فرماتے ہیں (ترجمہ) "اللہ اور رسولؐ کی حرمت کی جہت ایک ہے۔ جس نے حضور کو ایذا دی۔ اس نے گویا اللہ کو تکلیف دی اور جس نے حضور کی اطاعت کی۔ اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ کیونکہ امت بلا واسطہ رسول، اس چیز کو نہیں پہنچ سکتی جو اللہ اور بندوں کے درمیان ہے۔ سوائے رسول اللہؐ کے، امت کے لیے کوئی سبیل اور واسطہ نہیں ہے تحقیق اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا قائم مقام کیا ہے۔ تمام اوامر و نواہی میں۔ اپنی خبر دینے میں اور بیان میں۔ اور ان امور میں اللہ اور رسولؐ کے درمیان فرق کرنا جائز نہیں۔" شیخ الاسلام پھر فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا کہنے والا مرتد سے زیادہ مجرم ہے۔ اس جرم میں کعب بن اشرف یہودی، ابن خطل (باوجود کعبہ میں پناہ لینے کے) ابی رافع یہودی، ابوجہل وغیرہ قتل کیے گئے۔ حضورؐ کی عزت و توقیر ہم پر اللہ نے فرض کر دی ہے حضورؐ کی مدح، آپ کی تعظیم اور محبت، ایمان کے لیے لازم ہے۔ آپ کی تعظیم اور وقار کا قیام دین کا قیام ہے۔ حضورؐ کی شان میں گستاخانہ کلام کرنا امت کے لیے جائز نہیں۔ اگر گستاخی کنندہ مسلمان ہو تو اس کے توبہ کرنے پر بھی سزائے قتل ساقط نہیں ہوگی۔" پھر آپ امام مالک علیہ الرحمۃ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "جو کوئی حقارتاً کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر کیسی میلی تھی یا آپ کے

لیے ایسے الفاظ استعمال کرے۔ جس سے تحقیر کا پہلو نکلتا ہو تو وہ بدگوؤں میں شمار ہوگا۔" دو آدمی آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ ایک نے کہا "تم اُمّی (ان پڑھ) ہو۔" اس نے کہا "اُمّی تو حضور بھی تھے۔" اس پر امام مالکؒ نے اس کے قتل کا فتویٰ صادر فرما دیا۔

قاضی عیاضؒ رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں رقم فرماتے ہیں "جو شخص نبی آخر الزمانؐ کی نعلین مبارک (جوتی) کو تحقیراً جوتیا کہے وہ واجب القتل ہے۔" اس موقف کی تائید تاریخ اسلام کے اس زریں واقعہ سے بھی ہوتی ہے۔ حضور اکرمؐ کے ایک صحابی بینائی سے محروم تھے ان کی بیوی یہودن تھی اور وہ پیغمبر اسلام کی ذاتِ بابرکات سے عنادِ قلبی رکھتی تھی۔ ایک دن وہ صحابی خلافِ معمول ذرا دیر سے گھر پہنچے تو بیوی کے استفسار پر بتایا کہ میں ہادیٔ برحق کی پند و نصائح سے مستفیض ہوتا رہا ہوں۔ یہ سن کر وہ کافرہ آگ بگولا ہو گئی اور آقا و مولاؐ کی شان میں نازیبا کلمات بکنے لگی۔ صحابی نے اسے دو ایک بار منع کیا۔ مگر وہ باز نہ آئی۔ اس پر غیور جاں نثار نے دنیوی مصلحتیں بالائے طاق رکھتے ہوئے اسے واصل فی النار کر دیا۔ جب مقتولہ کے وارثوں نے یہ مقدمہ خیر الوریٰؐ کی عدالت میں پیش کیا تو قاتل نے اقبالِ فعل کیا اور کہا کہ مقتولہ نے میرے مذہبی عقائد و جذبات کو مجروح کیا تھا۔ اس پر مولائے کلؐ نے اس صحابی کو غازی کا خطاب بخشا اور اس کی تعریف و توصیف فرمائی۔

حضرت علیؓ کی جان نثاری تاریخ اسلام کا سنہری باب ہے۔ پیر غلام دستگیر نامی کے الفاظ ہیں "کفار مکہ حضور سرورِ کونینؐ کے درپے آزار ہیں اور چاہتے ہیں کہ حضورؐ کو قتل کر دیں۔ حضورؐ ہجرت کا ارادہ فرماتے ہیں۔ کفار لمحہ لمحہ کی خبر رکھتے ہیں۔ لہٰذا یہ خیال دامن گیر ہے۔ اگر کفار نے حضورؐ کا بستر خالی پایا تو وہ فوراً حضور کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ حضورؐ کا کوئی فدائی حضور کے بستر پر سو جائے۔ تاکہ کفار یہی سمجھیں کہ حضورؐ بستر پر استراحت فرما رہے ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جو شخص حضورؐ کے بستر پر سوئے گا۔ اس کے لیے حقیقتِ حال کھل جانے کے بعد کفار سے جان چھڑانا مشکل ہوگا۔ اس نتیجے کے باوجود حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ عواقب سے بے نیاز ہو کر کمالِ دلجمعی کے ساتھ حضورؐ کے بستر پر لیٹ جاتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دوسرے فدائی حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لے کر مکہ سے نکل جاتے ہیں۔"

مولانا رومؒ کی شہرتِ دوام بھی عشقِ رسولؐ کے طفیل ہے یہ شعر جو خلاصۂ دین و ایمان ہے ان کے رشحاتِ قلم کی صحیح تفسیر ہے ؎

هزار بار بشویم دهن زمشک و گلاب
هنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

حضرت جامیؒ کی زندگیِ جاوید کا سبب بھی یہی تڑپ ہے۔ یہ تڑپ دراصل مومن کی متاعِ حیات ہے یہ متاعِ حیات ہی ایمان اور حقیقی دین ہے۔ عشق کی تڑپ ان کے خون میں بھی سرایت کر گئی تھی۔ تب ہی تو وہ فرماتے ہیں ؎

یک قطره از خون جامی چوں بدریا افگنی
جگرِ سوزاں، دلِ تاباں ماہی زآب آید بیروں

یہی وہ عشق ہے۔ جس نے بلال حبشیؓ کو مسلمانوں کا سردار بنایا۔ زیدؓ و خبیبؓ کا نام روشن کیا اسی عشق نے ابوبکرؓ کو صدیقِ اکبر کا خطاب دلایا۔ عمرؓ کو فاروقِ اعظمؓ بنا دیا۔ خلیفۂ ثالث کو غنی کا خطاب بخشا اور امیرالمومنین حضرت علی المرتضیٰؓ کو اسداللہ کا شرف عطا ہوا۔

آمدم برسرِ موضوع اسلام ایک امن پسند مذہب ہے۔ وہ خود زندہ رہنا چاہتا ہے اور دوسروں کو بھی زندہ رہنے کا حق دیتا ہے۔ پیغمبرِ اسلامؐ نے دیگر بانیانِ مذاہب کو برا بھلا کہنے سے سختی کے ساتھ منع فرما دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا "کسی فرد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی دین کے پیشوا پر بہتان باندھے۔ مبادا کہ وہ مشتعل ہو کر خود اس کے پیغمبر کی تحقیر کریں"۔ اس لئے مومن کی صفت یہ ہے وہ خود کسی مذہبی پیشوا کے خلاف زبان درازی کرتا ہے۔ نہ اپنے دین کی توہین برداشت کرسکتا ہے۔ بلکہ ہر ذی ایمان حرمتِ رسولؐ کے تحفظ کی خاطر اپنی زندگی نچھاور کرنے کا ہمیشہ آرزومند رہتا ہے۔ سچے مسلمان کی پہچان یہ ہے وہ کسی بھی صورت میں اپنے آقا و مولاؐ کی تضحیک و توہین برداشت نہیں کرسکتا۔ مسلمانوں میں گو پہلی سی بات نہیں۔ یہ اعمال میں بہت کمزور ہو گئے ہیں اور قرونِ اولیٰ کے باعمل دینداروں کی سی حرارتِ دینی ان میں موجود نہیں رہی۔

تاہم رسول اللہ کی محبت ابھی ان کے دلوں میں باقی ہے جہاں کوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف منہ سے بے ادبانہ کلمہ نکالتا ہے مسلمان بے تابانہ تڑپ اٹھتے ہیں اور جب تک شاتمِ رسول کو کیفرِ کردار تک نہیں پہنچا لیتے انہیں

چین نہیں آتا۔ اس صدی کے ربعِ اول میں مسلمانانِ ہند کے عشق کی آزمائش بار بار ہوئی۔ جس میں وہ ہمیشہ کامیاب و کامران ہوتے رہے ہیں۔ ایسا ہی ایک بہت بڑا امتحان شاتمِ رسول راجپال کی صورت میں پیش آیا۔

مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ عشقِ رسالت میں ایک مخصوص مقام پر فائز تھے۔ اس سلسلے میں برصغیر کے مسلمانوں پر ان کا ایک عظیم احسان ہے۔ انہوں نے دینِ متین کے اس نظریے کو باور کرایا کہ رسولِ عربیؐ آقائے مکی و مدنیؐ سے والہانہ عقیدت ہی اسلام کی حقیقی روح ہے۔



غازی نامہ

بہت ہے خوبصورت، دلربا چکوال کا خطہ / یہ مردم خیز خطہ ہے بلند اعمال کا خطہ
یہاں کے کارنامے عسکری مشہور دُنیا میں / بہادر نوجواں اس کے ہیں پھیلے دُور دُنیا میں
علاقہ مرکزی ہے ملک و ملت کے جوانوں کا / وطن کے جانثاروں کا، وطن کے پاسبانوں کا
ہوئے اس میں ہزاروں اولیا و اصفیا پیدا / خدا کے عابد و ساجد، رسول اللہ کے شیدا
علاقہ دھن کی خوش بختی کہ یاں اک بستی ہے بھلہ / جہاں پیدا ہوا سرخیل اک اہلِ محبت کا
قریشی ایک عبداللہ تھے جن کا یہ بچہ تھا / غلامِ عائشہ ماں کا تھا نورِ چشم اکلوتا
کیا تھا میٹرک اس نے، تھا نمبردار گاؤں کا / مگر چاچڑ میں بیعت کی تو پایا رُتبہ اعلیٰ
نگاہِ مرشدِ کامل کا یہ فیضان تھا اس پر / نظر آیا اُسے اک رات ایسا خواب خوش منظر
کہ سرکارِ دوعالم حکم فرماتے ہیں یوں اُس کو / کہ غارت رام گوپال ایسے شاتم کو کہیں کر دو
جنابِ سیدِ سرور نے حُلیہ تک بھی لکھوایا / جو بیاضِ غازی میں جامہ تلاشی پر نظر آیا
یہ ہندو ڈاکٹر تھا پلول میں، نرنوند میں پہنچا / جہاں جا کر کیا غازی نے قصہ پاک موذی کا
بڑے موذی، بڑے کافر، بڑے چالاک کو مارا / محمد مصطفیٰؐ کے دشمن ناپاک کو مارا
پکڑ کے اس کو قید و بند میں ڈالا حکومت نے / کیا بس تیز تر قانون کا بھالا حکومت نے
ستمبر کی تھی یہ چوبیس اور سینتیس کا سن تھا / شہیدِ حرمتِ سرکارؐ کا جب دار پر تن تھا

ظفر بھلہ میں ہے اب مقبرہ اس مردِ غازی کا
گھر مدفون گویا اس میں ہے کانِ حجازی کا

—— شریف ظفر قریشی (پسرور)

موذی رام گوپال کے قاتل
غازی مُرید حسین شہیدؒ

تحریر: رائے محمد کمال

"بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ آزادی سے قبل اس سرزمین پر ایسے جانباز و سرفروش مجاہد بھی بستے تھے جو اپنی جانوں پر کھیل کر تاریخ کو تازہ عنوان بخش گئے انہوں نے نوکِ خنجر سے جبینِ وقت پر یہ ابدی حروف لکھے کہ "آج کے بعد قریۂ زوال میں کبھی قحط الرجال کا ماتم نہیں ہوگا۔"

۱۹۳۶ء کی بات ہے کہ ایک دن روزنامہ زمیندار لاہور میں "پلول کا گدھا" کے عنوان سے ایک المناک خبر پڑھنے میں آئی۔ اس سے اہلِ ایمان کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور کیوں نہ لگتی؟ کوئی بھی مسلمان ایسی توہین ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔ خبر میں بتایا گیا تھا کہ شفاخانہ حیوانات پلول ضلع گوڑگانواں کے انچارج ڈاکٹر رام گوپال نے انسانیت کے محسن اعظم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان میں شرمناک و دیدہ دہنی کرتے ہوئے اپنے ہسپتال کے ایک گدھے کا نام سرورِ کونین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نام نامی پر رکھنے کی ناپاک جسارت کی ہے۔ اس مذموم عمل پر مسلمانوں کے دل فگار اور آنکھیں اشک بار تھیں۔ وہ زخم جو دہلی، لاہور اور کراچی و قصور میں لگائے گئے تھے، ہرے ہو گئے۔ کئی خوش قسمت نوجوان اپنی آنکھوں میں گنبدِ خضرا کے جلوؤں کو بسائے تحفظِ ناموسِ رسالت کے لیے آگے بڑھے۔ مگر سرِ دار اقرارِ حقیقت کا شرف تو خالقِ کائنات نے مرید بھلہ کے مقدر میں لکھ رکھا تھا۔ پس ان کی نگاہوں میں مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا عکس اتر آیا۔

پنجاب کے نقشے پر سرگودھا سے قدرے گریزاں بیضوی سی لکیروں

میں گھرے ہوئے ایک قصبے کا نام "چکوال" ہے (جو اب ضلع چکوال کا صدر مقام بھی ہے) اس کے اردگرد راولپنڈی، جہلم، گجرات اور میانوالی کے اضلاع گھیرا ڈالے دکھائی دیتے ہیں۔ اس معروف شہر سے چار میل کے فاصلے پر ایک مشہور گاؤں "بھلہ شریف" ہے۔ اسی مقام پر مقدر کے دھنی اور تاریخ ساز قریشی زادہ عبقری نے آنکھ کھولی جو دیارِ غیر میں اپنا نام پیدا کر گیا۔ بھلہ شریف کے نزدیک ایک اور بستی "کریالہ" واقع ہے۔ حضرت عبدالعزیز چاچڑوی (چاچڑ شریف سرگودھا) المعروف حضرت قبلہ قلندر کریم علیہ الرحمہ اس جگہ قدم رنجہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے زمانے میں یہ گاؤں ایک روشن ضمیر خاتون "مائی بیگماں" کا تکیہ تھا۔ ان کی بیعت تونسہ شریف سے تھی۔ قدرت نے اُنہیں قلندرانہ ذوق ودیعت کیا تھا۔ اگر وہ کسی کی طرف نگاہِ کرم سے دیکھتیں تو فضا کیف سے معمور ہو جاتی اور مرکزِ توجہ بننے والے کے ہاتھ سے لُقمہ تک گر پڑتا۔ انہی مائی صاحبہ کا ایک نوجوان بھانجا جس کا رنگ گندمی تھا مگر سفیدی غالب تھی۔ ہونٹ باریک نہ زیادہ موٹے۔ البتہ اکثر اوقات ذرا سے کھلے رہتے۔ چہرہ لمبائی میں کم اور چوڑائی میں بھی موزوں، آنکھیں قدرے چھوٹی معلوم ہوتیں تاہم مژگاں کا سایہ یہ کمی چھپا دیتا۔ گردن گوشت سے بھری ہوئی اور پُروقار دکھائی دیتی۔ ناک کی بناوٹ سے گمان گزرتا جیسے کسی مصوّر کا تخیّل چرایا گیا ہو۔ ماتھے کی ساخت ایسی تھی کہ پورے جسم کا دیباچہ معلوم ہوتا۔ بظاہر دیکھنے والوں کو ان کی صحت کمزور محسوس ہوتی۔ صاف ستھرا مگر سادہ لباس پہنتے۔ اہلِ نظر کو یہ نوجوان کروڑوں میں منفرد اور خوبصورت دکھائی دیتا۔ جن لوگوں کی آنکھ جسم کے جدول پر ٹھہری انہوں نے اسے قبول صورت جانا۔ یہی خوش قسمت جواں سال بعد میں غازی مرید حسینؒ شہید کے نام سے متعارف ہوا۔

غازی صاحبؒ ۱۹۱۴ء کے اواخر میں پیدا ہوئے یا ۱۹۱۵ء کے آغاز میں۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام چوہدری عبداللہ خاں تھا جو بھلّہ کے نمبردار اور باوقار بزرگ تھے۔ گاؤں میں ان کی اچھی خاصی زمین تھی۔ ان کے کردار میں حُسن تھا اور گفتگو میں سلیقہ۔ ایک روشن ضمیر مردِ مومن سے نسبتِ روحانی کے سبب چوہدری صاحب

کا دل دردوسوز کی کیفیتوں سے لبریز رہتا۔ آنکھ بالعموم نم ہوتی اور زبان یادِ الٰہی میں مصروف۔ خداتعالیٰ نے ہر نعمت عطا کر رکھی تھی اور مرید حسین ان تمام دلچسپیوں کا مرکز اور باعثِ رونق تھا ــــ مگر قسمت کے کھیل نرالے ہیں۔ شہید موصوف کی عمر پانچ برس بھی نہ ہونے پائی تھی کہ ۱۹۱۹ء کے آغاز میں باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ جب یہ معصوم زندگی کی پانچ بہاریں دیکھ چکا تو آپ کی والدہ صاحبہ نے اپنے لاڈلے اور اکلوتے بیٹے کو قرآن حکیم اور دوسری اسلامی کتب کی تدریس کے لیے سیّد محمد شاہ صاحبؒ کے ہاں بھیج دیا۔ یہ بزرگ جامع مسجد بھلّہ کے خطیب و امام مسجد تھے۔ دوسری طرف عام تعلیم کے حصول کی خاطر اپنے گاؤں کے پرائمری سکول میں داخل کروا دیے گئے۔ دس سال کی عمر میں ابتدائی تعلیم مکمل کر چکنے پر انہیں قریبی قصبہ کریالہ کے اینگلو سنسکرت مڈل سکول میں بٹھا دیا گیا۔ آپ شروع سے ہی بلا کے ذہین اور محنتی تھے مڈل کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کیا۔ اس کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول چکوال میں جو اب ڈگری کالج بن چکا ہے زیرِ تعلیم رہے۔ آپ کی عمر پندرہ برس سے چند ماہ اوپر ہو چکی تھی۔ دو سال کی مدّت پوری کرنے کے بعد میٹرک کے امتحان منعقدہ ۱۹۳۰ء میں شامل ہوئے۔ ۱۹۳۱ء کے آغاز میں نتیجہ سامنے آیا۔ آپ نے نہ صرف فرسٹ ڈویژن حاصل کی بلکہ پوری جماعت میں اوّل رہے اور ضلع میں نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ گو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور وسائل رکھتے تھے لیکن بعض ناگزیر گھریلو ذمہ داریوں اور گاؤں کی نمبرداری کے بوجھ سے مجبوراً سلسلۂ تعلیم منقطع کرنا پڑا۔

تحفّظ ناموسِ رسالت کے اس زندۂ جاوید کردار نے جب اخبار میں ڈاکٹر رام گوپال کی گستاخی کی خبر پڑھی تو انھیں اپنی رگوں میں خون کے بجائے بجلیاں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اس خبر نے سب اہلِ ایمان کے کلیجے چھلنی کیے۔ یہ ایک ایسی تیز آگ تھی جس نے ہر مسلمان کے جذبات کو آتش کدہ بنا دیا۔ رام گوپال ایک انتہا پسند، کمینہ فطرت ہندو تھا۔ راجپال مردود اور نتھو رام سندھی کو وہ اپنا قومی ہیرو خیال کرتا۔ اس لیے کم بخت نے انہی کا راستہ منتخب کیا اور پھر بالآخر اپنے پیشروؤں کی طرح جہنّم رسید ہو گیا۔ ڈاکٹر مذکور مرحوم نتھو رام کا قریبی رشتہ دار تھا۔ جب اُس کو مسلمانوں کے غم و غصّہ کی خبر ملی تو اس نے

خطرۂ موت کے پیشِ نظر اپنا تبادلہ جلد ہی "بلول" سے نارنوند میں کروا لیا۔ یہ ضلع حصار میں واقع ہے۔ تبدیلی کے احکام پر عملدرآمد ہو گیا مگر یہ تمام کارروائی اس قدر صیغۂ راز میں رکھی گئی کہ محکمے کے بعض اہم افراد سے بھی خفیہ تھی۔ تعیناتی کا نیا مقام بھی بہت کم لوگوں کو معلوم تھا۔

غازی مرید حسین شہیدؒ کے جذبات رام گوپال کے خلاف نہایت شدید تھے کہ سوتے میں اچانک ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھے۔ اِدھر اُدھر بغور دیکھا۔ فضاؤں میں خوشبو رچ بس گئی تھی۔ جانے دل کے کانوں سے آپ نے کیا سُنا کہ ہونٹوں پر مسکراہٹ کی کرنیں فروزاں ہو گئیں۔ شاید احساس کی آنکھ نے جلوۂ جاناں دیکھ لیا تھا کہ اُمیدوں کے چراغ جل اُٹھے۔ ساری رات آنکھ نہ لگی۔ وقت تھا کہ کٹنے کا نام نہ لیتا تھا۔ یہ شبِ فراق تھی نہ ساعتِ وصال، اب کے قلب و نظر میں ٹھن گئی۔ دل کو آنکھ سے چشمک کہ اُسے لذّتِ دیدار حاصل ہوئی۔ آنکھوں کو یہ اضطراب کہ دل سے یادوں کے سلسلے وابستہ ہیں۔ رات جیسے بھی کٹی، کٹ گئی۔ آدھی رات بیت چکی تھی۔ آپ کے ہاتھ میں قلم تھا اور کاغذ کے پُرزے پر کچھ لکھ رہے تھے۔ بالآخر کاغذ کا پرزہ تہ کر کے جیب میں ڈالا اور مطمئن ہو کر لیٹ رہے ——— ایک اور شب حضرت قبلہ غازی صاحبؒ نے اپنی رفیقۂ حیات کو بتایا۔ "مجھے اس امر کا حکم دیا گیا ہے کہ شاتمِ رسولؐ کا کام تمام کر دوں۔ سرکارِ مدینہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی زیارت نصیب ہو چکی ہے اور آپؐ ہی نے مجھے اس بے غیرت ملیچھ کا حلیہ وغیرہ قلمبند کروایا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے بخوشی اس کی اجازت دے دیں اور نہ صرف مسکرا کر "خدا حافظ" کہیں بلکہ میری کامیابی کے لیے بھی دعا کریں"۔

غازی مرید حسین شہیدؒ جون ۱۹۳۶ء کے آخری ہفتے گھر سے اس عظیم مشن کے لیے روانہ ہوئے۔ چاچڑ شریف حاجی صاحب ترنگزئی کے آزاد (علاقہ) کوئٹہ، مقبرہ داتا گنج بخش علی ہجویریؒ، میانی قبرستان لاہور (یہاں آپ نے اسلامیہ کالج لاہور کے ہوسٹل میں اپنے ایک قریبی دوست کے کمرے میں قیام فرمایا) اور پھر دہلی تک ——— ظاہراً یوں لگتا ہے کہ شمعِ رسالت کا غیور پروانہ شاید مختلف علاقوں کے فاصلے بلا مقصد ہی ناپتا

رہا، جبکہ ایسا ہرگز نہیں۔ درحقیقت یہ کامیاب منصوبہ بندی کا ایک حصّہ تھا جس کی تفصیل اس جگہ بیان میں نہیں آ سکتی۔ ملّتِ اسلامیہ کے شاہین نے شکار پر جھپٹنے کے لیے پر تولے اور ۷ /اگست ۱۹۳۷ کو دہلی سے محوِ پرواز ہوا۔ "حصار" دہلی سے ۱۰۳ میل کی مسافت پر ہے، اور نارنوند اس سے آگے قریباً تیس کوس ہو گا۔ غازی صاحبؒ دہلی سے ٹرین پر سوار ہوئے اور ہانسی اسٹیشن پر اترے۔ انہیں صرف تین چار میل آگے جانا تھا۔ آپ نہر کی پٹڑی پر پیدل چل پڑے۔ سورج ڈوب رہا تھا۔ بہرحال آپ نے یہ رات باہر درختوں کے ایک جھنڈ میں گزاری۔ ۸/اگست ۱۹۳۷ء کو آپ اس محتاط طریقے سے ہسپتال کے قریب پہنچے کہ کوئی بھی شک نہ کر سکا۔ اپنی چھوٹی سی لوٹڑیک نکال کر ایک محفوظ جگہ کھڑے ہو گئے اور آنے جانے والوں کو بغور دیکھتے رہے۔ بالآخر ایک ہٹے کٹے آدمی پر نظر ٹِک گئی۔ یہ وہی بدنام زمانہ گستاخ ڈاکٹر تھا جس نے نبیٔ پاک (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے اسمِ مبارک کی توہین کی تھی۔ شہبازِ عشق اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے دُشمن کو پہلی نظر ہی میں پہچان گیا۔ آپ نے دیکھا کہ چند اشخاص گپیں ہانک رہے ہیں جبکہ تھوڑی دیر گزرنے پر رام گوپال اخبار پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ قریب بیٹھے کچھ افراد شطرنج کھیل اور دیکھ رہے تھے۔ شیر دل مجاہد موقع کی تلاش میں رہا۔ ڈاکٹر مذکور مطالعہ کرتے ہوئے چارپائی پر دراز ہو گیا۔ اس نے اپنا مکروہ چہرہ اخبار سے ڈھانپ رکھا تھا۔ بے جان مہروں کا کھیل ختم ہو چکا تو باتوں میں مگن نوجوان بھی ہولے ہولے کھسکنے لگے۔ غازی صاحبؒ آپے سے باہر ہو چکے تھے۔ اب مزید انتظار ان کے بس کا روگ نہ تھا۔ وہ اس فتنے کو جلد از جلد ابدی نیند سُلا دینا چاہتے تھے۔ اب اس آوارہ "کُتے" کی ہلاکت یقینی تھی۔ شمعِ رسالت کا پروانہ اس کے سر پر کھڑا تھا۔ تاہم آپ نے دینی غیرت اور جواں مردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُسے پاؤں کی ٹھوکر ماری اور للکارا۔ "او گدھے کے مہذی بیٹے اُٹھ اور اپنا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ۔ آج تجھے موت کے گھاٹ اُتارنے کو رسولِ عربی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا غلام آ پہنچا ہے۔ وہ پھڑک کر اُٹھا اور دہشت میں نیچے گر رہا تھا کہ آپ نے زور سے

نعرۂ تکبیر لگا کر چاقو اُس کے سینے میں اتار دیا — کتّا مر چکا تھا — تھانے میں ابتدائی رپورٹ کے بعد کیس کا باقاعدہ اندراج ڈاکٹر رام گوپال کی بیوہ کی طرف سے ہوا۔ انتظامیہ کے اعلیٰ افسروں نے جائے واردات کا معائنہ کیا۔ مقتول کی نعش پولیس نے خاص اپنی نگرانی میں ہسپتال میں پہنچوائی۔ سول سرجن نے مردے کا پوسٹ مارٹم کیا اور رپورٹ میں لکھا "حملہ اتنا شدید اور زخم اسقدر گہرا تھا کہ تمام آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔ اس گھاؤ سے مضروب کا بچ رہنا ناممکن تھا۔ جسم کی اندرونی ساخت اور ظاہری حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتول پر حملہ آور کی دہشت کی وجہ سے سکتہ طاری ہو گیا۔ چونکہ اس سے خون خشک ہو چکا تھا اس لیے تنِ مُردہ پر لہو کا کوئی دھبّا یا داغ نہ ہے۔ یہ زخم کسی تیز دھار آلۂ قتل کا لگا ہوا ہے۔ اگر چاقو کا پورا پھل سینے میں پیوست ہو جائے تو بھی ایسا زخم لگ سکتا ہے۔ لباس پر خون کے نشانات موجود نہیں تاہم بنیان پر ایک کٹ واضح ہے۔ آلۂ قتل اسی کو پھاڑ کر سینے میں داخل ہوا۔"

حضرت قبلہ غازی صاحبؒ کو گرفتار کر کے جامہ تلاشی لی گئی۔ آپ کی جیب سے ایک نوٹ بُک برآمد ہوئی جس پر ڈاکٹر مقتول کا پورا حُلیہ درج تھا۔ اس بارے میں خاصی پوچھ گچھ کی گئی۔ آپ نے بتایا "جس عظیم ذات نے مجھے اس امر کی اطلاع فرمائی ہے اور مردود ڈاکٹر کی شناخت کروائی، ان کے حضور تم تو کیا تمہارے خیال کا گزر بھی نہیں ہو سکتا۔ مقتول میرے آقا و مولاؐ کی غائبانہ شان میں ہتک کا مرتکب ہوا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کرم ہوا، میری قسمت جاگ اُٹھی۔ ایک رات نورِ مجسّم رحمتِ ہر عالم نبیٔ کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ خواب میں مجھے اس کی مکروہ صورت دکھائی گئی۔ میں نے اسے اچھی طرح پہچان لیا۔ اُسی وقت اُٹھا اور حُلیے کو جامۂ الفاظ پہنایا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے بمشکل اس کے گریبان تک پہنچا اور "اللہ اکبر" کہہ کر گستاخ کا کام تمام کر چکا ہوں۔ یہ میرا دینی فریضہ تھا۔ آگے آپ کا کام ہے جس طرح جی چاہے، قانونی تقاضوں کو پورا کریں۔"

تھانے میں دورانِ تفتیش آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے رام گوپال کو کیوں قتل کیا ہے؟ انہوں نے بے ساختہ قہقہہ لگایا۔ استفسار کیا گیا۔ "ہنس کیوں رہے ہو؟" آپ نے قدرے جذباتی ہو کر فرمایا۔ "کیا روؤں؟" میں تو ایک مدّت سے اس کے پیچھے تھا اب میرے ہنسنے اور ہندوؤں کے رونے کا موسم ہے۔ مقامِ شکر ہے کہ میری مراد پوری ہوئی۔"

مقدمہ سیشن سپرد ہوا۔ جج نے چند روز کی کارروائی کے بعد فیصلہ صادر کیا اور نوٹ میں لکھا "ملزم نے نہایت ذمہ داری کے ساتھ اپنے فعل کو تسلیم کیا ہے نیز بیانات اور گواہوں پر جرح سے بھی یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی ہے کہ ملزم ہی حقیقی قاتل ہے۔ قتل مذہبی جنون میں کیا گیا۔ استغاثہ مبنی بر حقائق ہے۔ اس لیے عدالت کے نزدیک مجرم سزائے موت کا مستحق ہے۔"

کہتے ہیں جس روز حضرت غازی مرید حسینؒ کو سزائے موت سنائی گئی، آپ بہت مسرور اور مطمئن نظر آ رہے تھے۔ انہیں جس قدر مسرّت ہوئی، لواحقین اتنے ہی رنجیدہ تھے۔ ایک کو سایۂ رحمت میں چھپ جانے کی خوشی، دوسروں کو جدائی کا بھیانک تصوّر۔ آپ جامِ شہادت نوش کرنے کے لیے تڑپ رہے تھے۔ رشتہ دار ان کو عرش سے فرش کی سمت کھینچنا چاہتے تھے۔ آپ ہار مانتے تھے نہ وہ شکست — دونوں طرف ٹھن گئی۔ انہوں نے اپیل کا فیصلہ کیا اور یہ منزل پر پہنچنے کی دعائیں مانگنے لگے۔ قصّہ مختصر غازی صاحبؒ کے حسبِ منشا ہائی کورٹ سے بھی اپیل خارج ہو گئی۔ بنا بریں اس بارے میں بھی کوشش شروع ہو چکی تھی کہ اگر بچاؤ کی کوئی صورت پیدا نہ ہو تو آپ کو کسی نزدیکی جیل یعنی کیمبلپور، میانوالی یا جہلم میں پھانسی دی جائے۔

شمعِ رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا جاں نثار، جہلم کے قید خانے میں منتقل ہو چکا تھا۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۳۷ء کو ان کے جملہ رشتے دار بغرض ملاقات آئے، اس کے بعد زائرین کی آمد و رفت کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایک بار غازیؒ کی والدہ نے دُکھ بھرے لہجے میں کہا۔ "مجھے غم یہ ہے کہ میرے اکلوتے بیٹے کے گلے میں رسّہ ڈالا جائیگا

آہ گھر میں کس کے دم سے رونق ہو گی۔ مجھے افسوس ہے میرا فقط ایک بیٹا تھا اور وہ بھی چند روز میں بچھڑنے والا ہے"۔ شہیدؒ موصوف نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے جواب دیا "امی! اگر بیٹا ایک ہو تو زیادہ پیارا ہوتا ہے نا۔ اور سب سے پیاری شئے ہی اللہ کی راہ میں قربان کرنی چاہیے۔ اس لیے آپ کو اور بھی خوش ہونا چاہیے کہ دینِ اسلام اور حرمتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر اپنے اکلوتے اور پیارے بیٹے کو قربان کر رہی ہیں۔ بھلا آپ سے بڑھ کر اور کون خوش قسمت ہو گا"۔۔۔ غازی صاحبؒ کا صبر و استقلال مثالی تھا بلکہ یوں کہئے کہ آپ شہادت کے لیے مضطرب تھے اور ہر شب دعا فرماتے کہ طلوعِ سحر سے قبل ہی خواجہ بطحا و طیبہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی چوکھٹ تک رسائی ہو۔ کیوں نہیں، آپ اس قافلہ کے سرخیل ہیں جنہیں کوچۂ حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے اُٹھ کر سوئے جنّت جانا بھی گوارا نہیں ہوتا۔ بلاشبہ یہ مقامِ بلند بہت کم لوگوں کے حصّے میں آیا ہے۔

محبت و اخلاص کے باب میں ایک اور شہیدِ ناز کی قربانیوں کا اضافہ ہونے والا تھا۔ وفا کی شاخ پر حسین رنگ گلاب کھلنے میں تھوڑی دیر باقی تھی۔ جب غازی مرید حسین شہیدؒ کے بلیک وارنٹ جاری ہوئے تو گویا کالی گھٹاؤں کا موسم امڈ آیا۔ کاکل و رخِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یادوں کا اسیر قید خانۂ دنیا سے رہا ہونے والا ہے۔ یہ خبر اس قدر مسرت بخش اور راحت انگیز تھی کہ روز بروز عندلیبِ طیبہ کی نکہت نکھرتی چلی گئی۔ آپ کا چہرہ اتنا پُر رونق اور ہشاش بشاش نظر آتا جیسے کسی نے چاندنی کا غازہ مل دیا ہو۔ آپ کی خمار آلود آنکھوں میں ایک میخانہ تیرتا رہتا۔۔۔ ڈسٹرکٹ جیل جہلم میں بادۂ عرب کے مشتاق کا عرصۂ قیام ۲۴ ستمبر کی ایک سہانی صبح سمٹ گیا۔ کہتے ہیں آخری ملاقات میں آپ کی والدہ محترمہ سے جدائی کا یہ منظر برداشت نہ ہو سکا۔ ممتا کی دل ہلا دینے والی صداؤں سے کربناک کیفیت پیدا ہو گئی۔ والدہ محترمہ کو یوں زار و قطار روتے دیکھ کر آپ نے عرض کیا "ماں، میں چاہتا تو عدالت سے بآسانی بچ سکتا تھا مگر یہ خوبصورت راستہ میں نے خود اختیار کیا ہے جس وجہ سے آپ پریشان

ہو رہی ہیں، میں تو یہاں تک بڑی مشکلوں سے پہنچا ہوں۔ خدارا مت روئیے میری خوشی اسی میں ہے کہ آپ مجھے مسکراتے ہوئے چھوڑ جائیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پہنچوں تو میرے لباس پر آنسوؤں کا کوئی نشان نہ ہو۔ آپ کے ہونٹوں پر تبسم کی ہلکی سی لکیر سے میرا قافلۂ شوق جھوم جھوم اُٹھے گا اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ کو بیٹے کی قربانی کے سبب خاتونِ جنّت حضرت بی بی فاطمۃ الزہراؓ کے مبارک قدموں میں جگہ مل جائے گی"۔

شہیدِ عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)۔۔۔ غازی مرید حسینؒ کی آرزوؤں کا چمن پورے جوبن پر تھا۔ آپ کو واصل بحق کرنے کے لیے ۸ رجب المرجب ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۳۷ء بروز جمعہ مقرر ہوئی۔ تختۂ دار پر لٹکانے کے تمام مراحل مکمل ہو چکے تھے۔ رات بھر جیل میں قرآن حکیم کی تلاوت، درود شریف کا ورد اور کلمہ طیّبہ کا ذکر ہوتا رہا۔ مسلمان قیدیوں نے فرطِ عقیدت سے تمام رات جاگ کر گزاری۔ غازی صاحبؒ نے شب کا ایک حصّہ شکرانے کے نوافل میں گزار دیا۔ کچھ وقت اُم الکتاب کی تلاوت فرمائی اور درود و سلام کے ورد میں مشغول ہو گئے۔۔۔ چاندنی رات کا غلاف چہرے سے برستا ہوا نور، پیشانی کی کی طلعت، نگاہوں کا جلال، امیدوں کا چمن، فراق کی لذّت، دیوانۂ عشق کا کیف، نظروں کا خمار، سرمدی نغمے کا ترنّم، بھیگی پلکوں کی برسات، ایمان کی تپش، لب ہائے گہر ریز کی جنبش اور تصوّرِ جاناں کا نشہ۔۔۔ بطلِ حریّت، مجاہدِ ملت علیہ الرحمہ سربکف، دست بدعا شوقِ شہادت میں سرشار نظر آ رہا تھا۔ طیبہ کی تجلّیوں کو آنکھوں میں بسائے ان کے ہونٹوں پر نعتِ رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مچل رہی تھی۔۔۔ الغرض سپرنٹنڈنٹ جیل اور چند وارڈن آپ کی کوٹھڑی کے قریب آ کر رُکے اور کہا۔ "پھانسی کا وقت قریب ہوا چاہتا ہے۔ داستانِ محبت کی تکمیل کے لیے ہمارے ساتھ سوئے دار چلیے"۔ آپ کے ہونٹوں پر تبسم کی ایک واضح جھلک تھی، فرمایا "شکر الحمد للہ۔۔۔۔ چلیے! میں حاضر ہوں"۔۔۔ جاں نثارِ خیر الانام (صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے باہر نکلتے ہی" نعرہَ تکبیر بلند کیا۔ تمام قیدیوں نے ہم آواز ہوکر جواب دیا اور " اللہ اکبر" کے الفاظ سے فضا گونج اُٹھی ۔حضرتِ قبلہ غازی صاحبؒ عالمِ شوق میں مچلتے، نعرہَ تکبیر لگاتے، تیز تیز ڈگ بھرتے، اکڑتے، سنورتے سنبھلتے، سینہ تانے اور نعت پڑھتے پھانسی گھر کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

—— اب آپ نذرانہَ جاں لیے آنکھوں میں عقیدت کے پھول سجائے مقتل میں پورے قد سے کھڑے تھے، چہرے پر بشاشت تھی۔ پیشانی نورِ سعادت سے یوں چمک رہی تھی جیسے یکایک اُفق پر کوئی روشن ستارہ نمودار ہو جاتے۔ لڑکھڑاہٹ، گھبراہٹ نام کو نہ تھی۔ جیلر اور مجسٹریٹ گھڑیوں پر نظر لگائے ہوئے تھے ۔آپ نے مدینہ شریف کی طرف منہ کر کے تین بار باآواز بلند کلمہَ شریف کا ذکر کیا اور پھر درود شریف کے ملکوتی وظیفہ میں جُت گئے۔ تھوڑی دیر گزرنے پر سر جھکا دیا اور بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کرنے لگے ۔" میرے آقا! (صلی اللہ علیک وسلم) غلام حاضر ہے۔ بندہ اپنی حقیر جان کا تحفہ آپ کے قدموں پر نچھاور کرنا چاہتا ہے قبول فرمایئے، یارسول اللہ —— اُنْظُرْ حَالَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ——

فجر کی اذان کے ساتھ ہی جلّاد نے اشارہ پاکر تختہ کھینچ دیا —— حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے غلام صادق کے استقبال کو تشریف لائے تھے۔ بے تاب روح قفسِ عنصری سے پرواز کر کے اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک کفِ پا سے لپٹ گئی —— الصّلوٰۃ والسلام علیکَ یا سیدی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) —— غازی مرید حسین شہیدؒ نے نہایت سکون کے ساتھ جامِ شہادت نوش فرمایا۔ تختہَ دار پر آپ کے جسم مبارک کو تڑپنے پھڑکنے کی بالکل زحمت نہ اُٹھانا پڑی ۔بس ایک ہی لحظے میں اللہ کے محبوبؐ کا یہ ۲۲ سالہ دیوانہ، فرزانہ واصل بحق ہو گیا۔

نمازِ جمعہ کے بعد قریباً چار بجے آپ کو بھلہ شریف کے نزدیک " غازی محل" میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ لحد میں صندوق سے جو اضافی جگہ بچ رہی تھی اس میں عقیدتمندوں نے

پھول پھینکے اور چند لمحات کے بعد آپ پتّیوں کے ڈھیر میں دب گئے۔ حُورانِ خلد، کشورِ حسن کے احاطے میں اشارہَ ابرو سے کہہ رہی تھیں ۔" شہنشاہِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رحمت کا تقاضا تھا کہ آپ کے پسینہَ مبارک کے چند قطرے شہیدؒ کے کفن کی چادر پر ٹپک گئے ہیں ۔اب اُن کی خواب گاہ صبحِ محشر تک مہکتی رہے گی"۔



حسینؒ کا مرید غازیؒ

تجھ سے ہے میرے فن کی زیب و زین
نام سے تیرے ہے سکینتِ دل
تو ہے لختِ جگر عبداللہ
مار ڈالا نبیؐ کے شاتم کو
حرمتِ مصطفیٰؐ پہ جاں دے کر
سب کو معلوم ہے گزرتے تھے
اُن کی حرمت کا تو محافظ تھا
تو شہادت کی راہ کا راہی
کافروں کے گھروں میں آہ و بکا
شاتموں کے دلوں سے اٹھتے ہیں
تو بھی چکوال کا تھا میں بھی ہوں

تجھ پہ واری جلالتِ کونین
ذکر تیرا کروں تو پاؤں چین
اے غلام عائشہ کے نورِ عین
زندہ باد اے میاں مرید حسین!
تو نے پائی ہے عظمتِ دارین
عشقِ سرکارؐ میں ترے دن رین
جو کہ ہیں وجہِ خلقتِ کونین
رہنما تیرے مرتضیٰؓ و حسینؓ
دم سے تیرے ہے سب یہ شور و شین
تیرے کردار کی بدولت بین
ہے گزارش بنامِ جدِّ حسینؓ

مرشدی کا میں تلع قمع کر دوں
مجھ کو دے حوصلہ مرید حسینؒ!

راجا رشید محمود

شہید محبّت مرید حسینؒ کے مختصر حالاتِ زندگی

تحریر: محمد کعب شریف

اس دنیا میں خیر و شر کی قوتیں ایک دوسرے کے خلاف دست و گریباں ہیں۔ یہ قوتیں اپنے الگ الگ کردار تخلیق کرتی رہتی ہیں جو کہ وقتاً فوقتاً اس زمین پر مختلف روپ سے آتے رہتے ہیں۔ تاریخ ان طاغوتی اور ملکوتی کرداروں کو آئندہ نسل کی سبق آموزی کے لئے محفوظ کرتی رہتی ہے۔ کارخانہ قدرت کا یہ دستور ہے کہ یہ کردار جدا جدا ماحول میں پروان چڑھتے ہیں۔ ایک کردار کی فطرت دوسرے کے برعکس ہوتی ہے اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ دونوں امتحان گاہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ ملکوتی کردار کو درسِ عبرت بنا دیا جاتا ہے۔ ان کرداروں میں بڑا واضح فرق ہوتا ہے — ایک اللہ تعالیٰ کے یہاں محبوب ہوتا ہے اور دوسرا مردود — ایک ابراہیمؑ ہوتا ہے اور دوسرا نمرود —

ان ہی قدوسی کرداروں میں سے ایک غازی مرید حسین شہید بھی تھے۔ اگر پیمانہ امروز و فردا سے ماپی ہوئی طوالتِ عمر میں کئے ہوئے کاموں کو کسی زندگی کی عظمت جاننے کے لئے ضروری گردانا گیا ہو تو یقیناً اس شخصیت کا نام نہ لینا ہی مناسب ہوگا۔ جنہوں نے اس دنیا میں ساڑھے تئیس سال ہی گزارے۔ لیکن اگر کسی زیست کی ابدیت جاننے کے لئے صرف کارناموں کو شمار کرنا ہی معیار ٹھہرایا جائے۔ تو پھر اس نوجوان کی زندگی لاکھوں عمرِ نوح پانے والی زندگیوں سے کہیں اعلیٰ ہے کیونکہ بیسویں صدی کی چوتھی

دہائی میں اس کے کارنامے جیتی جاگتی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اُس نے یہ کارنامے پنجاب کے شہر چکوال کے دیہی علاقوں سے شروع کئے اور پھر کچھ عرصہ بعد ہی برصغیر ہند میں اسلامی غیرت کا نمونہ بن گیا۔

داد کی مستحق اس زندگی کے حالات سبق آموز بھی ہیں اور قابلِ تقلید بھی ـــــ آئیں دیکھیں کہ اس عظیم ہستی نے کہاں جنم لیا، کیسے تعلیم و تربیت مکمل کی۔ کن کن حالات، واقعات اور شخصیات نے اس کے شب و روز میں رنگ بھرا۔ اُس نے اپنی زندگی کو پُر عظمت بنانے کے لئے کیا کیا صعوبتیں برداشت کیں اور کن کن طوفانوں سے ٹکرا کر شہادت کو گلے لگایا۔

راولپنڈی سے تقریباً پچاس کلومیٹر جنوب میں دھن کا علاقہ ہے۔ اس علاقے کے مشہور شہر چکوال کے جنوب مشرق میں تقریباً چھ کلومیٹر دور چوآسیدن شاہ جانے والی سڑک کے ساتھ ہی بھلہ نامی گاؤں ہے۔ مرید حسین اسی گاؤں کے کھوٹ قریش خاندان میں ۲۴ فروری ۱۹۱۴ء کو پیدا ہوئے آپ کے والد کا اسمِ گرامی عبداللہ خان تھا مگر عبدل کے نام سے مشہور تھے۔ وہ کافی زمین کے مالک اور گاؤں کے نمبردار تھے۔ اُن کا نام علاقہ کے معززین میں شامل تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام عائشہ تھا۔ عبداللہ خان کو اللہ تعالےٰ نے بڑھاپے میں فرزند ارجمند سے نوازا تھا۔ شومئی قسمت سے مرید حسین کی عمر تقریباً پانچ سال ہی تھی کہ آپ کے والد رحلت کر گئے اور یوں اس نونہال کی تعلیم و تربیت کا سارا بوجھ والدہ کے کندھوں پر آن پڑا۔

آپ نے مذہبی تعلیم گاؤں کی مسجد کے خطیب سید محمد شاہ سے حاصل کی۔ پرائمری تعلیم بھلہ سے ملحق گاؤں کریالہ کے پرائمری سکول سے مکمل کی۔ آپ نے مزید تعلیم کے حصول کیلئے ہائی سکول چکوال میں داخلہ لے لیا۔ تعلیم کے اس دور میں آپ نے ہوسٹل میں بھی قیام کیا۔ آخر کار آپ نے میٹرک کا امتحان

۲۴-۱۹۲۳ء میں شاندار حیثیت سے پاس کیا۔ تعلیم کے دوران آپ کبھی کبھی کھیلوں میں بھی حصہ لیتے تھے۔ اس زمانہ میں چونکہ ایک تو چکوال میں اعلیٰ تعلیم کا بندوبست نہ تھا دوسرا گھریلو ذمہ داریوں کا دباؤ آپ پر دن بدن بڑھ رہا تھا۔ ان حالات میں آپ نے اتنی ہی تعلیم پر اکتفا کر کے تعلیم کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

کیونکہ گاؤں میں آپ کافی زمین کے مالک تھے اس لئے تعلیم سے فراغت کے بعد کاشتکاری کی نگرانی کے فرائض سنبھال لئے۔ مزید برآں نمبرداری کی ذمہ داری سے بھی آپ کو عہدہ برا ہونا پڑا۔ اس دور میں انگریز حکومت مقامی لوگوں کو کنٹرول کرنے کے لئے نمبرداروں کا سہارا لئے ہوئی تھی۔ حکومتِ برطانیہ کی غلامی کے اس دور میں اس کے کارندے نمبرداروں کو اپنا زر خرید غلام سمجھتے۔ اُن سے ناروا سلوک کرتے اور بے جا اور ناجائز حاجات پوری کرنے پر مجبور کرتے۔ ان حالات میں ایک غیور اور باضمیر مسلمان کا نمبرداری کی خدمت انجام دیتے رہنا مشکل تھا۔ کیونکہ یہ چیز آپ کے ضمیر کے خلاف تھی کہ آپ حکومتِ برطانیہ کے کارندوں کی چاپلوسی کریں اور آئے دن اُن کی خاطر مدارت میں مصروف رہیں۔ آپ عملی طور پر نمبرداری نظام کی قباحتوں سے واقف ہوئے تو فوراً ہی اس کو خاندان کے ایک اور آدمی کے حوالے کر کے اس سے جان چھڑالی۔ کیونکہ آپ کے خیال کے مطابق آپکے لئے یہ ایک جنجال تھا۔ اس دوران آپ نے مطالعہ جاری رکھا۔ اخبار اور دوسری کتب پڑھتے اور حالاتِ حاضرہ سے باخبر رہتے۔ اب آپ کا سیاسی شعور بھی بیدار ہو چکا تھا۔ علامہ عنایت اللہ خان المشرقی کی خاکسار تحریک کے پروگرام مقاصد اور عسکریت سے متاثر ہو کر اس کے رُکن بن گئے۔ اس تحریک کو متعارف کرانے کے لئے آپ نے خاصی سرگرمی دکھائی۔ عملی اقدامات کئے اور پھر اپنے حلقہ کے سالار بن گئے۔ سلسلہ چشتیہ کی ایک عظیم ہستی حضرت پیر خواجہ عبدالعزیز صاحب سکنہ چاچڑ شریف ضلع سرگودھا ایک اعلیٰ روحانی مقام پر فائز تھے اور آپ کے حلقہ ارادت میں بے شمار لوگ شامل تھے۔ مرید حسین نے

بھی اپنی روحانیت کی پیاس بجھانے کے لئے اس ہستی کی طرف بھی رجوع کیا اور پھر جب انہوں نے پیر کامل کی تمام صفات اس شخصیت میں پالیں تو اُن کے دست پر بیعت کر کے حلقہ مریدان میں شامل ہو گئے۔

مرید حسین ایک تعلیم یافتہ عہد حاضر کے حالات سے باخبر حساس اور اسلام کے دل سے شیدائی نوجوان تھے۔ مسلمانوں کی زبوں حالی نے آپ کو مجبور کر دیا کہ آپ مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے سرگرم ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے تحریک بیداری کی ابتدا کی۔ مسلمانوں تک اپنا پیغام پہنچانے کے لئے تبلیغی سرگرمیوں کا آغاز کر دیا۔ ہر جگہ مسلمانوں میں اسلامی تشخص ابھارنے کی کوشش کی۔ اس تحریک میں آپ کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو متحد کیا جائے اور اُن کو اخلاقی سیاسی، معاشی اور مذہبی طور پر اتنا مضبوط کیا جائے کہ وہ کسی دوسری قوم کے آگے سرنگوں نہ ہوں۔ بلاشبہ اس نصب العین کے لئے ایک انقلاب کی ضرورت تھی جس کی ابتدا آپ نے کر دی۔ اسی دور میں آپ نے پنجابی سے ملتی جلتی ایک نئی خفیہ زبان ایجاد کی۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کام آپ نے کس باطنی بصیرت کی بنا پر کیا اور آئندہ آپ اس زبان کے استعمال سے کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتے تھے۔

انگریزوں کے دورِ حکومت میں ہندوؤں کو مسلمانوں کے معاشی استحصال کی کھلی اجازت تھی۔ استحصال کی یہ کارروائی زراعت، صنعت، تجارت، سرکاری ملازمت غرض کہ ہر میدان میں رکھی جا رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی مذہبی طور پر مفلوج کرنے کے لئے آریہ سماجی اور ہندوؤں کی شدھی[1] کی دوسری تحریکیں سرگرم تھیں۔ مرید حسین مسلمانوں کے اس معاشی استحصال کو کسی اور جگہ کی بجائے اپنے ہی علاقے میں صبح و شام دیکھتے۔ ہندوؤں کی اس کمینہ خصلت سے آگاہ ہونے کے بعد آپ نے اُن کے خلاف عدم تعاون کی تحریک چلانے کا عملی پروگرام بنایا۔ اس سلسلہ میں آپ نے مقامی

[1] مسلمانوں کو زبردستی ہندو بنانا

مسلمانوں پر مشتمل ایک انجمن بنائی۔ مسلمانوں کی دکانیں کھلوائیں اور تجارت کی طرف راغب کیا تاکہ وہ ہندوؤں سے کسی قسم کا معاشی لین دین نہ کریں۔ اپنے گاؤں میں پہرہ دار مقرر کر دیتے تاکہ وہ کڑی نگاہ رکھیں کہ کوئی مسلمان ہندوؤں سے لین دین نہ کرے نہ کوئی عورت کسی ہندو کی دکان پر جائے بصورتِ دیگر جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔ اس تحریک کے اثر سے خوف زدہ ہو کر علاقہ کے سرکردہ ہندوؤں کے لیڈروں نے آپ پر بے حد دباؤ ڈالا کہ اس قسم کی تحریک کی سرپرستی سے باز آجائیں مگر آپ اس پر قطعی طور پر راضی نہ ہوئے۔ ہندوؤں نے آپ سے بدلہ لینے کے لئے سرکارِ برطانیہ کے کان بھرے جس کے نتیجے میں آپ کے خلاف مقدمہ قائم ہو گیا اور آخر کار کسی فیصلہ کے بغیر ختم ہو گیا۔ کیونکہ ہندو کوئی ثبوت پیش نہ کر سکے۔ اس وقت کسی کو کیا خبر تھی کہ آج مرید حسین جو کچھ کر رہا ہے اُس پر ایک نظریہ کی بنیاد ہو گی اور پھر یہی دو قومی نظریہ تخلیقِ پاکستان کا پیش خیمہ بن جائے گا۔

آپ کی منگنی بچپن ہی سے آپ کی چچازاد بہن امیر بانو سے طے پا چکی تھی۔ آپ کی والدہ نے دباؤ ڈالا کہ جلد شادی کریں۔ چنانچہ آپ کی شادی ۱۹۲۵ء میں نہایت سادہ طریقے سے انجام پائی۔

اس وقت آپ کی باطنی صفائی قابلِ دید تھی۔ ایک دفعہ پیٹ میں سخت تکلیف کے باوجود آپ نے ہندو حکیم کی دوا لینے سے انکار کر دیا اور والدہ کو کہا اس سے مجھے بدبو آتی ہے میں کسی مُشرک کی دوا ہرگز استعمال نہ کروں گا۔ اسی سلسلہ میں رسالپور چھاؤنی میں اپنے ایک رشتہ دار کے ہاں قیام کے دوران آپ نے کپڑے پہننے سے انکار کر دیا کہ ان سے بدبو آرہی ہے یہ کسی ہندو نے دھوئے ہیں۔ میزبان دھوبی کے مذہب سے ناواقف تھا جب اُس نے تحقیق کی تو آپ کی بات درست نکلی۔

اس زمانہ میں آپ حضور سرورِ کائنات ؐ سے والہانہ محبت کرتے، اللہ تعالیٰ کی یاد میں مست رہتے لوگوں سے حسنِ سلوک سے پیش آتے اور اُن کو باعمل بننے کی تلقین کرتے۔ ہمیشہ باوضو رہنے کے عادی تھے اور نماز کے سخت پابند تھے۔ شادی کے فوراً بعد ایک خصوصی دعوت میں کھانا کھا رہے تھے کہ اذان

کی آواز بلند ہوئی آپ نے لقمے کو وہیں رکھا اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ میزبان کے استفسار پر بتایا کہ میں مسجد جا رہا ہوں۔ میزبان نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ یہ بڑا مشکل سفر آپ نے شروع کر دیا ہے مرید حسین نے جواب دیا کہ تب ہی اس کٹھن سفر کو میں نے جلد شروع کر دیا ہے شائد یہی وہ ادائیں تھیں جو قادرِ مطلق کو پسند آئیں جس کی بنا پر ایک مخصوص کام کے لئے آپکو برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں میں سے چن لیا گیا تاکہ اعلیٰ مقام دیا جائے مگر اسکے حصول کے لئے آپکو کٹھن مراحل سے گزرنا تھا تب ہی آپ اس کے مستحق تھے۔ ان ہی دنوں آپ کو خواب میں ایک روحانی بزرگ ملے جنہوں نے اس دور کے گستاخِ رسولؐ کی شکل دکھایا اور اُس کو واجب القتل ٹھہرایا۔ نیند سے بیدار ہو کر آپ نے اس حلیہ کو اپنی نوٹ بک میں لکھ لیا اور قدرت کی طرف سے مزید رہنمائی کا انتظار کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ نے جلد ہی اس کا انتظام کر دیا۔

۱۹۳۶ء میں زمیندار اخبار میں ایک خبر "پلول کا گدھا" کے عنوان سے چھپی۔ اس خبر کے مطابق شفاخانہ حیوانات پلول ضلع گوڑگاؤں کے انچارج ڈاکٹر رام گوپال نے (نعوذ باللہ) ایک گدھے کا نام حضور پاکؐ کے نامِ نامی پر رکھا ہوا تھا۔ اس خبر کے چھپتے ہی مسلمانوں کی طرف سے احتجاجات کا وسیع سلسلہ شروع ہو گیا۔ انگریز حکومت نے مسلمانوں کے اس دباؤ پر اس بااثر ہندو ڈاکٹر کو اپنے کئے کی سزا دینے کی بجائے ہندوؤں کے اکثریتی علاقہ نارنوند ضلع حصار میں تبادلہ کر دیا۔

رام گوپال کی گستاخی کوئی معمولی واقعہ نہ تھا کہ اُس کو برداشت کر لیا جاتا۔ جہاں ہر مسلمان کا خون کھول اٹھا وہاں مرید حسین کا یہ خبر پڑھ کر عجیب حال تھا۔ ان کا جوش اور غصہ ناقابلِ برداشت تھا۔ اُن کی غیرت زیادہ ہی بھڑک اٹھی تھی۔ غیبی اشارہ پہلے ہی خواب کے ذریعے مل چکا تھا۔ اب آپ کا مصمم ارادہ تھا کہ متاعِ عزیز کی قربانی دیکر اس شرمناک جسارت کرنے والے کو ایسا سبق سکھائیں تاکہ آئندہ کوئی ایسی حرکت کرنے سے پہلے اپنے انجامِ بد کو سامنے رکھے۔ اس ملعون کو قتل کرنے کے لئے آپ نے

علاقہ دھنی کا نقشہ



پیمانہ	علامات
ایک انچ = ۲۵ کلومیٹر	پکی سڑک ----
	قصبہ یا شہر ○

معلومات اکٹھا کرنا شروع کر دیں اور در پردہ تیاری کا آغاز کر دیا۔ آلۂ قتل کے حصول کے لئے آپ بھیرہ ضلع سرگودھا، راولپنڈی اور کوئٹہ گئے حتیٰ کہ قبائلی علاقہ مہمند اور باجوڑ میں انگریزوں کے خلاف برسرِپیکار مجاہدِ آزادی حاجی ترنگ زئی سے بھی ملاقات کی تاکہ وہ آپ کو اسلحہ مہیا کریں۔ آخر کار آپ اپنے مرشدِ کامل کی اجازت سے لاہور کے راستے دہلی پہنچ گئے تاکہ حالات کا جائزہ لیں اور قتل کی بہترین طریقہ سے منصوبہ بندی کر سکیں۔

چند دن دہلی میں قیام کے بعد نارنوند گئے اور ۷ اگست ۱۹۳۶ء کو رام گوپال کو قتل کر دیا۔ دن دہاڑے قتل کرنے کی وجہ سے اپنے آپ کو محفوظ نہ کر سکے اور وقوعہ کے چند گھنٹے بعد ہی پولیس آپ کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اب آپ مرید حسین سے غازی مرید حسین بن گئے۔

ڈاکٹر رام گوپال کے قتل پر ہندوؤں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ انہوں نے غیرت کے اس پیکر کو نارنوند جیل میں جلانے کا منصوبہ بنایا جس کی بروقت خبر ہونے پر آپ کو فوراً حصار میں منتقل کر دیا گیا دوسری طرف مسلمان غازی مرید حسین کے ممنون تھے۔ جنہوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر ایک اجتماعی فرض ادا کر دیا۔

ڈاکٹر رام گوپال بااثر ہندو طبقے سے تعلق رکھتا تھا چنانچہ اس طبقے کے اثر و رسوخ سے اپنی پسند کے جج مقرر کر کے حصار میں آپ کے خلاف مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی ہندو جج کے متعصب ہونے کی وجہ سے آپ نے بائیکاٹ کر دیا۔ اس جج نے یک طرفہ کارروائی کر کے آپکو سزائے موت سنائی۔ اعلیٰ عدالت میں آپ کے مقدمہ کی درخواست برائے دوبارہ سماعت منظور ہوئی۔ اس بار دوسرے سکھ جج نے ذرا کم تعصب کا ثبوت دیا۔ متعدد مسلمان وکلاء نے آپ کی طرف سے وکالت کی۔ اگر آپ چاہتے تو قانون کی موشگافیوں کا سہارا لے کر جان بچا سکتے تھے لیکن آپ جھوٹ بول کر ایسا کرنا نہیں چاہتے تھے ہر دفعہ وجہ بیان کر کے قتل کا واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا چنانچہ آپ کو سزائے موت ہوئی۔ لاہور

ہائی کورٹ میں اپیل کی گئی مگر سیشن کورٹ کا فیصلہ بحال رہا۔

آپ کو اپنے بیان سے منحرف کرنے کی کئی کوششیں کی گئیں مگر کامیاب نہ ہو سکیں۔ آخری بار آپ کی جان بچانے کے لئے آپ کو پاگل قرار دینے کی کوشش کی گئی۔ اس سلسلہ میں آپ مینٹل ہسپتال لاہور میں بھی رہے مگر آپ نے پاگل بننے سے انکار کر دیا۔

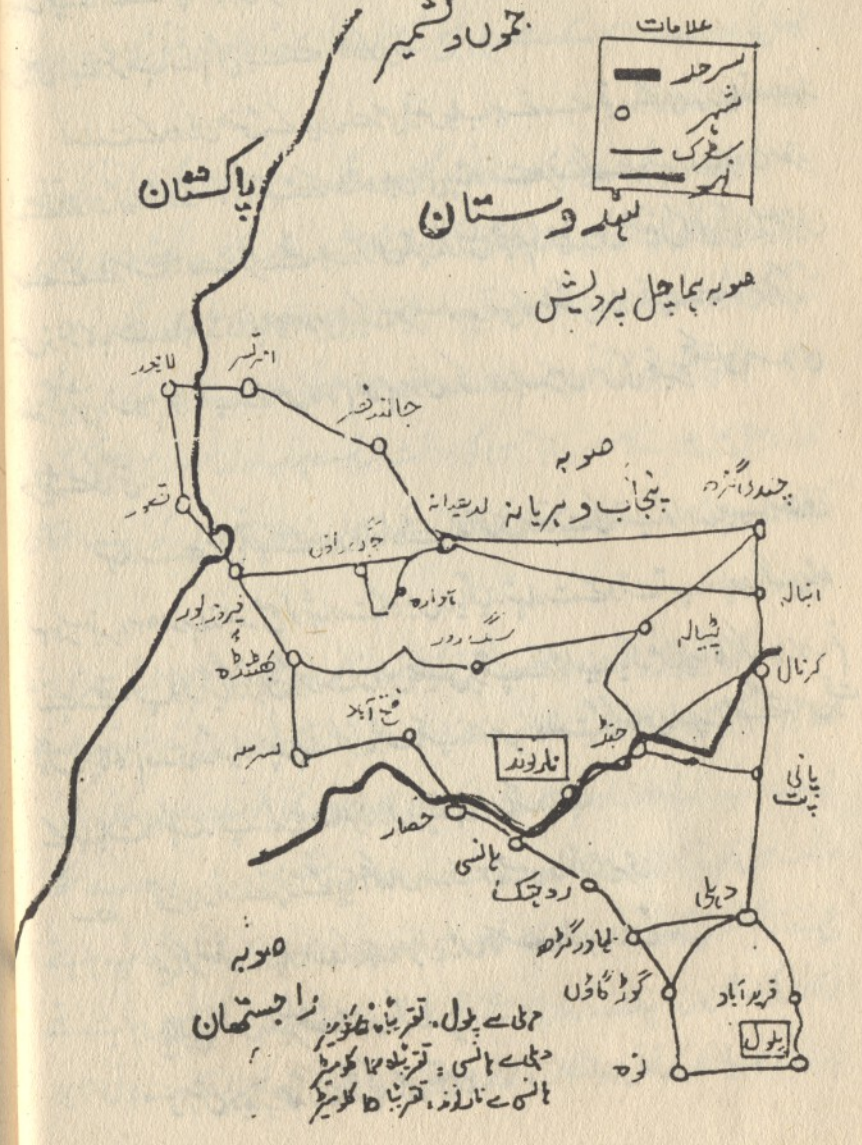
اسارت کے دوران حضورؐ کے دیدار سے بھی فیض یاب ہوتے رہے۔ قید کے دوران باقاعدہ نماز پڑھتے تلاوت کرتے اور اسلامی کتب کے مطالعہ میں بھی اپنا وقت صرف کرتے۔ شہادت کا دن مقرر ہونے کے لئے آپ از حد بے قرار تھے۔ بعد ازاں آپ کو ضلع جہلم کی جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ جہلم جیل میں ڈنگہ کا باشندہ (منڈی بہاؤالدین) ایک غیر مسلم پھانسی کا منتظر قیدی آپ سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ آپ نے اس کا نام غلام رسول رکھا اور بعد میں اس کی تجہیز و تکفین اسلامی طریقہ سے کی گئی۔

شہادت سے قبل آپ کے عزیز و اقارب نے آخری ملاقات کی۔ آپ کو ۱۸ رجب بمطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۳۷ء بروز جمعہ صبح کو شہادت گاہ میں لایا گیا۔ شہادت کے وقت آپ درود پاک پڑھ رہے تھے۔ آپ کو کہا گیا کہ زبان کو حرکت نہ دیں جس پر آپ نے جواب دیا کہ میں اپنا کام کر رہا ہوں تم لوگ اپنا کام جاری رکھو اور پھر چند لمحوں بعد آپ ناموسِ رسالتؐ کی خاطر دار پر چڑھ گئے۔ اس وقت کے جذبات کا اظہار آپ نے اپنی شاعری میں پہلے ہی یوں کر دیا تھا:

تختہ دار اُوتے چڑھ کے پیا آکھاں صدقہ حسن حسین دا اَج میری
لینا کر منظور دربار اندر کرناں عرض میں آخر وار سائیںؐ

یا الٰہی اس اسیر خستہ جان کو دار پر
خواہش دیدارِ احمدؐ کے دگر کچھ بھی نہیں

اہانتِ رسولؐ کے متعلقات



شہادت کے بعد آپ کا جسد مبارک وارثوں کے حوالہ کیا گیا۔ جہلم سے بھلہ تک تقریباً ایک سو بیس کلو میٹر کے راستے میں بے شمار دفعہ آپ کی نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ بھلہ میں بھی آپ کی نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد شمار سے باہر تھی۔ آخر کار آپ کو بعد از نمازِ جمعہ تقریباً ۴ بجے بھلہ کے شمال میں "غازی محل" میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ اس طرح آپ نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ صرف غلامانِ محمدؐ کی شان ہے کہ وہ اپنے حبیبؐ کی محبت سے سرشار ہو کر اپنے عشق کا امتحان دینے کے لئے جان کا نذرانہ پیش کرتے ہیں کیونکہ اُن کی زندگی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ :

ے زندگی کیا ہے محمدؐ پہ فدا ہو جانا
موت کیا ہے اسی جذبے کا فنا ہو جانا

بلغ العلیٰ بکمالہٖ
کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ
صلوا علیہ وآلہٖ

سرزمینِ چکوال کا نشان

مُرید حسین شہیدؒ

غازیٔ ملّت، نبیؐ کے جاں نثار
رحمتیں تجھ پر خدا کی صد ہزار
تو فدائے احمدؐ مختار ہے
یاد تیری کیوں نہ آئے بار بار

غیرتِ ایمان کا شہکار تُو
ملّتِ اسلام کی تلوار تُو
سرورِ کونینؐ کا ادنیٰ غلام
غازیانِ ... د کا سالار تُو

— منیر نوابی

مردِ غازی کے مجھے یہ آخری الفاظ تھے
جاہِدُوا پر کر عمل پھر دیکھ جنّت کی بہار
پرچمِ حسنینؓ کے سائے تلے وہ مردِ حق
سو رہا ہے لطف سے، جا دیکھ بھلّہ میں مزار

— تاج محمد تاج

واہ واہ غازی مُرید حسینا
رنگ دھنی نوں لایا ای

تحریر: صابر علی چشتی اوڈھروال (چکوال)

چو می گویم مسلمانم، بلرزم
کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ را

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

حکیم الامّت حضرت علامہ اقبالؒ کے اس قسم کے اشعار کا صحیح مطلب و مقصد حضرت غازی مرید حسین شہید رحمۃ اللہ علیہ ایسے عاشقانِ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے کارناموں سے واضح ہوتا ہے۔ غازی علم الدین شہید لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے کارنامے پر علامہ اقبالؒ نے ایک ہی جملے میں کیا خوب تبصرہ فرمایا تھا کہ "اسیں گلاں ای کردے رہ گئے تے ترکھاناں دا منڈا بازی لے گیا" ___ جن دنوں شہیدِ دھنی حضرت غازی مرید حسین شہید بھلوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے عاشقِ رسول ہونے کا عملی ثبوت دیا اور نہ صرف غازی بنے، بلکہ شہادت کے اعلیٰ رُتبے پر فائز ہوتے اور اِس شعر کا مصداق بنے کہ،

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اُن دنوں راقم الحروف کی عمر صرف نو دس سال تھی، اس وقت کے پنجابی اور اردو کے شعرائے کرام نے اپنے اپنے انداز میں غازیؒ کے حضور ہدیہ ہائے عقیدت پیش کیے۔ بالخصوص پنجابی کا یہ مصرع کافی عرصے زبان زدِ خلائق رہا کہ

واہ وا غازی مرید حسینا، رنگ دھنی نوں لایا ای

جہلم جیل کی کال کوٹھڑی میں روزانہ خاص روشنی ہونا اور سکھ قیدی کے استفسار پر غازی کا یہ انکشاف کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جلوہ افروزی میرے اطمینانِ قلب کے لیے ہوتی ہے ـــــ اور اس انکشاف پر اس سکھ قیدی کا اسلام لانا، شہادت کے بعد جہلم سے بھلّہ شریف تک تین چار مقامات پر جنازہ ہونا اور تدفین کے بعد مزارِ پُرانوار سے شہد کا نکلنا، ـــــ چند ایسے واقعات ہیں جو علاقے بھر میں مشہور تھے۔

غازی مرید حسین شہید (علیہ الرحمہ) نے عالمِ شباب میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ آپ ایک نمبردار کے چشم و چراغ تھے، ابھی آپ کی شادی کو تھوڑے ہی دن ہوتے تھے کہ ایک شاتمِ رسولؐ کی دریدہ دہنی اور بے ادبی و گستاخی کی خبر اخبار میں پڑھ کر انہوں نے پہلے اپنی اہلیہ و والدہ محترمہ سے اور پھر اپنے پیر و مرشد خواجہ عبدالعزیز چشتی قلندر چاچڑوی نور اللہ مرقدہٗ سے اجازت لی اور پھر دور دراز کا سفر طے کر کے کافر کو کیفرِ کردار تک پہنچایا اور خود کو حوالۂ پولیس کر دیا۔ بڑے بڑے وکلا نے یہ فرمائش کی کہ آپ اس کافر کے قتل کا اقرار نہ کریں، انکار کر دیں تو آپ کی جاں بخشی ہو سکتی ہے۔ آپ نے ایسی باتوں کو پائے استحقار سے ٹھکرا کر فرمایا کہ غازی تو میں بن چکا ہوں۔ اب مجھے شہادت کے اعلیٰ و ارفع رُتبے پر فائز ہونے سے کیوں روکتے ہو؟ ـــــ اور، لوگوں نے دیکھا کہ عاشقِ رسولؐ غازیٔ ملّت اور شہیدِ محبّت ہو کر سُرخرو ہُوا۔ سچ ہے، یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

غازی صاحبؒ کے پیر و مُرشد، اپنے ایک پیارے پیر بھائی مولوی فیض عالم صاحب سیالوی امام و خطیب مرکزی جامع مسجد اوڈھر وال کے ہاں اکثر تشریف

لاتے تھے اور بچپن میں بندہ ان کی زیارت سے مشرّف ہوتا تھا۔ چکوال میں ہمارے بزرگ اور اپنے مرید قاضی غلام مہدی صاحب مرحوم و مغفور کے ہاں بھی غازی صاحبؒ کے پیر و مرشد جلوہ افروز ہوتے تھے، ماموں صاحب قبلہ الحاج حافظ محمد معصوم صاحب بھی آنجنابؒ کی خدمتِ اقدس میں اکثر و بیشتر حاضری دیتے۔

یہ خصوصی روایت بھی سننے میں آئی کہ حضرت قلندر چاچڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خاص الخاص مرید اور غازی صاحب کے استادِ محترم جناب قاضی غلام مہدی صاحب کی زبانی غازی صاحبؒ کو ایک خصوصی پیغام، تدفین کے وقت مزارِ پُرانوار میں پہنچانے کی فرمائش کی تھی جو قاضی صاحب موصوف نے من عن پہنچانے کی سعادت حاصل کی اور جواب میں حضرت غازی کی پُر معنی مسکراہٹ کا انکشاف بھی ہوا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بندہ ۱۹۴۵ سے حضرت غازی مرید حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سالانہ عرس مبارک میں ہر سال باقاعدگی سے حاضری دینے لگا جہاں ۱۸، ۱۹ رجب المرجب کی درمیانی شب کو آستانۂ عالیہ چاچڑ شریف کے درباری قوال قوالی کرتے تھے۔ پھر حضرت مخدوم مولوی محمد یعقوب صاحب موجودہ سجادہ نشین چاچڑ شریف کی موجودگی میں ایک خصوصی محفل کا انعقاد بھی ہوتا تھا جس میں غازی صاحب کے چچازاد بھائی چودھری خیر مہدی صاحب کے علاوہ حضرت قاضی غلام مہدی صاحب، حضرت نور محمد بسمل صاحب کن بھون، حضرت شیخ ریاض چشتی، مخدوم حکیم صاحب صوفی غلام محمد صاحب اوڈھر وال، ڈرائیور غلام محمد ساکن بھون کے علاوہ چند اور باذوق حضرات بھی شامل ہوتے تھے۔ اس محفل خاص میں بندۂ عاصی کو بھی باقاعدہ شرف شمولیت حاصل ہوتا تھا۔

پہلے تو عرس مبارک کا تمام تر انتظام و انصرام قبلہ غازی صاحبؒ کی والدہ محترمہ (رحمہا اللہ تعالیٰ) بہ نفس نفیس فرماتی تھیں۔ ان کے انتقال کے بعد چودھری خیر مہدی صاحب اور ان کے فرزندان نے تمام تر انتظامات اپنی تحویل

میں لے لیے اور ماشاءاللہ عرس مبارک روبہ ترقی ہے۔ اب سالہا سال سے دو دن لنگر تقسیم ہوتا ہے۔ پہلی رات کو شبینہ اور دن کو قرآن خوانی، نعت خوانی اور مواعظ حسنہ کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔ رات بھر دربارِ عالیہ سیال شریف کے درباری قوال اور تترال کے مشہور قوال باری باری محفل سماع میں حصہ لیتے ہیں۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را



خواجہ محمد عبدالعزیز چاچڑوی کے مرید

غازی مرید حسین شہید رح

تحریر: غلام نصیرالدین چشتی

تحصیل چکوال سے تین چار میل کے فاصلہ پر ایک مشہور و معروف قصبہ بھلاکر یالہ واقع ہے۔ اس قصبہ میں ایک قبلہ مائی صاحبہ المعروف مائی بگیماں حضور قلندرِ غریب نوازؒ کے زمانہ میں ہوا کرتی تھیں۔ جن کی بیعت تونسہ شریف تھی۔ قدرت نے انہیں قلندری میں سے حصہ عنایت فرمایا تھا فضلِ الٰہی سے قوت بصیرت قدرت نے اتنی عطا کی تھی کہ اگر کسی کی طرف ایک نگاہِ کرم سے دیکھتیں تو اس کے ہاتھ سے لقمہ گر پڑتا تھا۔

ان کے ایک نوجوان بھانجے، جو اپنے والد کی وفات کے بعد نمبردار بھی بنے، قصبے میں ایک نہایت عالی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ حضور قلندرِ غریب نواز عبدالعزیز چاچڑویؒ کے دست بیعت تھے۔ آپ کی عمر بیس اکیس سال تھی اور تعلیم الف۔ اے تک تھی کہ خدا نے صاحب موصوف کو ایک عالی کام کیلئے منتخب فرمایا۔

غازیِ مرید حسینؒ نے اخبار میں پڑھا کہ حصار میں ایک ویٹری ڈاکٹر ہے جس نے حضور رسالت مآبؐ کی شان بابرکات میں خاکم بدہن گستاخی کی ہے۔ یہ خبر پڑھتے ہی اس مجبوب قلندر کے دل میں جذبۂ بلالی نے کروٹ لی اور پکار اُٹھا۔

آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں ★ زندگی مثلِ بلالِ حبشیؓ رکھتے ہیں

اسی وقت حضور غریب نوازؒ کی خدمتِ اقدس میں عریضہ تحریر کیا کہ بندہ

اپنی جوانی آپ کے صدقے والیٔ بطحیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نثار کرنے کا خواہشمند ہے حکم حضور کا انتظار ہے۔ حضورؒ نے بنظرِ کرم اجازت فرمائی اور خاص دعا سے نوازا کہ

؎ قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اُجالا کر دے

غازی مرید حسینؒ نے اپنی کچھ زمین فروخت کر کے سفر خرچ لیکر اور ایک تیز دار خنجر خرید کر حصار کی طرف رخ کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کا ورد کرتے حور و ملکوت کی آواز اہلاً و سہلاً مرحبا کانوں میں گونجتی۔ اسی طرح مسافت طے کر کے آپ حصار پہنچے اور سیدھے اس پتہ کے مطابق ہسپتال پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ گستاخ رسول ڈیوٹی سے گھر چلا گیا ہے۔ سیدھے گھر چلے گئے جا کر دستک دی تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر سویا ہوا ہے آپ نعرۂ تکبیر کہہ کر اندر داخل ہوتے۔ اس کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا۔ اور کہا کہ یہ نہ کہنا کہ محمدؐ کے پروانے نے سوتے ہوئے کو مار ڈالا اور کلمۂ شہادت پڑھ کر خنجر کا ایسا وار کیا کہ ایک ہی وار میں وہ نار جہنم کا ایندھن بن گیا۔

غازی صاحبؒ وہاں سے نکلے شہر میں کثیر تعداد میں سکھ رہتے تھے جنہوں نے گھیر لیا آپ نے فرمایا میں بھاگنے کے لئے نہیں آیا میں تو محمد مصطفےٰؐ کی عظمت تم سکھوں کے سینوں پر بٹھانے آیا ہوں۔ اور خود کو پولیس کے حوالے کر دیا۔

تین چار سال کیس چلتا رہا اور ہر بار جب ان کے فیصلہ کا وقت آتا تو آپ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو وہ وقت ٹل جاتا۔ سچ ہے۔

اولیا را ہست قدرت از الٰہ ★ تیر جستہ باز گرداند ز راہ!

اس ضمن میں ایک واقعہ یاد آیا کہ غازی موصوفؒ کی اسیری کے دوران کئی ایک کرامات نمود رہوئیں۔ دورانِ اسیری آپ کی کوٹھری کے ساتھ والی کوٹھری میں ایک سکھ قاتل قید تھا جو اکثر رات کو یہ معلوم کرتا کہ غازی صاحبؒ کی کوٹھری میں لاتعداد بلب جگمگا رہے ہیں اور بہت سے آدمی درود و صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔

اس سکھ نے پوچھا کہ رات کو آپ کے پاس کون آدمی آتے ہیں تو آپ نے فرمایا یہ میرے آقائے مولیٰ والیٔ بطحیٰ محمد مصطفےٰؐ معہ صحابہ کرام کے تشریف لاتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کچہری میں درود و صلوٰۃ کا ورد ہوتا ہے۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ سکھ بے اختیار پکار اٹھا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس نے وصیت کی کہ میں غازی مرید حسین کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا ہوں۔ میری لاش سکھوں کی بجائے مسلمانوں کے حوالے کی جائے۔ سچ ہے

ع تیری نگاہِ کرم جسے انتخاب کرے

تیسرے دن اس کو پھانسی دیا گیا تو حسبِ وصیت مسلمانوں نے تجہیز و تکفین کر کے جہلم شہر میں دفن کر دیا۔

ع آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

آخر کار عرصہ چار سال گذرنے کے بعد ایک دن حضور قلندر کریمؒ نے آستانہ عالیہ پر بیٹھے ہوتے دوستوں سے فرمایا کہ میں نے بہت کوشش کی ہے غازی صاحب کو قدرت رہا فرما دے مگر غازی صاحب کا دل شمع محمدیؐ پر نثار ہونے کو ہے۔ دعا کریں خدا ان کو ان کا مقصود عطا کر دے۔ میرے والد ماجد حضورؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت میں بھی خدمت میں موجود تھا۔

غازی صاحب کے لئے دار کا حکم ہوا تو حسبِ قانون سیاہ کپڑے کی ٹوپی پہنانے لگے تو آپ نے فرمایا میں کالے رنگ کی ٹوپی نہیں پہنوں گا کیونکہ میرے شیخ نے یہ رنگ پسند نہیں فرمایا۔ کافی بحث کے بعد قانون عاشقِ کامل کے سامنے جھک گیا اور سفید کپڑے کی ٹوپی پہنائی گئی۔ غازی صاحب نے آخری وقت میں صرف ایک ہی وصیت فرمائی اور وہ یہ تھی۔ کہ

"میری لاش کو میرے وارثین کے حوالے نہ کیا جائے بلکہ میرے شیخ کریم حضور سلطان العاشقین قلندر غریب نوازؒ کے آستانہ عالیہ پر پھینک دیں اور عرض کریں کہ

؎ مجھے خاک میں ملا کر میری خاک بھی اڑا دے
کہ جو تجھ پہ مر مٹا ہو اسے کیا غرض نشاں سے

حضور قلندر غریب نوازؒ کو بھی اس وصیت کی اطلاع مل گئی تو آپ نے فوراً فرمان جاری کیا کہ "غازی مرید حسینؒ نے مجھے بیدام خرید لیا ہے ان کے جسدِ اقدس کو ان کے آبائی گاؤں بھلاّ شریف پہنچایا جاتے۔ میں بھی وہاں پہنچ رہا ہوں اور جب تک حضور پیر سیالؒ کے صدقے "بھلاّ" چاچڑ شریف کا نقشہ نہ بن جائے گا۔ اس سرزمین سے نہیں اٹھوں گا"

حضور غازی صاحبؒ کے جسد کو بھلاّ شریف پہنچایا گیا۔ حضور غریب نواز بھی پہنچے غازی صاحبؒ کی روح پکار پکار کر کہہ رہی تھی۔

کشتے کہ عشق دارد نگذاردت بدینساں
بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد!

محبت کے عالم میں حضورؒ سے نہ رہا گیا تو غازی صاحبؒ کے مزار پر بوسہ دیا جس جگہ میرے آقا نے بوسے کے لئے دہن مبارک رکھا، وہاں سے شہد نکلنے لگا۔ اس وقت حضورؒ کے پاس چند غلامان باصفا بھی موجود تھے اور ضلع جہلم کے ہزاروں باشندے اس شہد سے مستفیض ہوتے۔ تب غلاموں نے اس بات کا راز افشا کر دیا تو شہد نکلنا بند ہو گیا۔

آپ نے فرمایا کاش تم اس راز کو سربستہ رکھتے تو یہ شہد خدا کی قسم روزِ حشر تک اس مزارِ اقدس سے نکلتا رہتا۔

حضور قلندر کریمؒ نے اپنی گرہ سے آستانہ عالیہ چاچڑ شریف کے ہوبہو مشابہ روضہ، مسجد، کنواں، لنگر خانہ تعمیر کروایا اور فرمایا ع

"لو ہم تمہیں دل دیتے ہیں کیا یاد کرو گے"

جائیداد چھوڑ کر، نمبرداری تیاگ کر مرتبۂ بلند پانے والا

غازی مرید حسین شہیدؒ

تحریر: چودھری محمد ایوب خان (بھلہ کریالہ)

قابلِ غور بات یہ ہے کہ دیہات کے ایک باسی ناز و نعم میں پلے ہوئے، ماں باپ کے اکلوتے بیٹے، گاؤں کے نمبردار اور چودھری کی زندگی میں کون سی چیز اچانک تبدیلی کا محرک ثابت ہوئی۔ زندگی کی تاریک راتوں میں روشنی کی ایک کرن پھوٹی جس نے آن کی آن میں اجالا کر دیا۔ غازی مرید حسین شہیدؒ نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی جس میں رام گوپال مردود کا حلیہ بتایا گیا۔ انہوں نے یہ حلیہ اپنی ڈائری میں نوٹ کر لیا (یہ انکشاف رام گوپال کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے بعد غازی صاحب کی جامہ تلاشی پر ہوا) صبح کو بیدار ہوئے تو کایا ہی پلٹ گئی اور یہ شعر وردِ زبان تھا

دنیا سے دل لگا کے تجھے کیا ملا اسیر
اب عشقِ مصطفیٰ میں بھی جان دے کے دیکھ لے

جمعۃ المبارک کا دن تھا انہوں نے مسجد میں اعلان کر دیا کہ ہندو [illegible] ہے اور اسلام دشمن ہے لہٰذا کوئی مسلمان ہندو کی دکان سے سودا سلف نہ خریدے، یہ سوچا کوئی مسلمان عورت ہندو کی دکان پر سودا خریدنے نہ جائے، ورنہ اس کے ساتھ سختی کی جائے گی۔ انہوں نے گاؤں میں مسلمانوں کی چند ایک دکانیں بھی کھلوا دیں۔

اس مخالفانہ رویہ پر ہندوؤں نے احتجاج کیا اور معاملہ ڈپٹی کمشنر تک پہنچا جس کا نام آئی این ایس تھا۔ وہ کریالہ آیا جبکہ ماتحت عملہ بھی ساتھ تھا۔ سید نثار قطب ان دنوں ایس ڈی او چکوال تھے۔ غازی مرید حسینؒ سے استفسار کیا گیا کہ کیوں ہندوؤں کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس پر جواب دیا کہ ہندوؤں سے میرا کوئی تعلق نہیں البتہ مسلمان بھائیوں

کو قعرِ مذلت سے اٹھانا چاہتا ہوں جو اپنی اوقات بھول گئے ہیں۔ انہوں نے برملا کہہ دیا کہ مسلمانوں کو ہندوؤں سے لین دین نہیں کرنے دیں گے۔

خواب میں زیارتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دوسرے ہی روز چچازاد بھائیوں چودھری خیر مہدی اور شاہ ولی کو بلا کر کہا کہ نمبرداری ایک لعنت ہے جو انگریز نے ۱۸۶۰ء میں اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے لیے مسلط کی۔ میں اس سے مستعفی ہونا چاہتا ہوں۔ میرے سپرد اس سے اعلیٰ و ارفع کام ہو چکا ہے۔ اس کے بعد جتنا وقت گھر پر گزارا، عجیب کیفیت طاری رہی۔ کچھ انوکھے کلمات زبان پر جاری رہے۔ آخر جب دربارِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے اذن ملا تو گھر چھوڑ کر مقصد کے حصول کے لیے نکلے۔

خط لکھ دیا کرتے تھے مگر پتا نہ لکھتے۔ آخر کار دہلی پہنچے تو میزبان نے والدہ کو مطلع کر دیا۔ گھر سے خط گیا کہ والدہ بیمار ہے اور مکان گرنے کو ہیں۔ جواب دیا، والدہ پر ناز ہے، معاف کر دے گی، اور ان مکانوں کی کیا پروا، جنھیں باپ نے تعمیر کیا اور بیٹے کو دوبارہ بنانے پڑیں۔ ہم وہ مکان تعمیر کریں گے جو حوادثِ زمانہ کا شکار نہ ہو سکیں اور جن کی تعمیر اور پختگی کو دوام حاصل ہو۔ فانی چیز پر کیا تکیہ لگائیں۔

پیر آف چاچڑ شریف نے دورانِ مقدمہ ملاقات کی تو یوں مخاطب ہوئے۔ "غازی، میں کچھ نہیں تھا لیکن تم نے مجھے پیر بنا لیا۔ قسم ہے اس خالقِ کائنات کی، آج تم اس مقام پر پہنچ گئے کہ میں تمہارے جوتے اٹھانے میں فخر محسوس کرتا ہوں تمہارا انجام معلوم ہے لیکن یہ ضرور کہوں گا۔

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں
یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

تم ہو گے اور تختۂ دار ہو گا۔" پھر غازی سے پوچھا۔ "کچھ دیکھا بھی ہے؟" تو غازی نے جیل کے دوران خواب کا ذکر کیا کہ جب اس موذی کا کام تمام کر چکا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خواب میں تشریف لائے اور فرمایا۔ غازی واپس

جا رہے ہو یا میرے پاس رہنا ہے؛ تو میں نے عرض کیا، حضورؐ کے قدموں ہی میں رہ کر سعادتِ دارین حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

جو مرتبہ شہید مرید حسین (رحمتہ اللہ علیہ) نے پایا اور جو نام پیدا کیا، محتاجِ بیان نہیں۔ نمبرداری چھوڑی، جائداد کو خیرباد کہا، دُنیا کو ٹھکرا دیا ___ اور مقصد کو پا لیا۔

ہر کہ عشقِ مصطفیٰؐ سامانِ اُوست
بحر و بر در گوشۂ دامانِ اُوست



وادئ چکوال کی وجہِ شہرت

غازی مُرید حسین رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: ڈاکٹر لیاقت علی خاں نیازی (ایم اے پی ایچ ڈی) ڈپٹی کمشنر چکوال

مجاہدوں، غازیوں اور شہیدوں کی سرزمین وادئ چکوال کی مردم خیزی اور جاں نثاری کے چرچے دُور دُور تک ہیں۔ یہ وطن عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان کے پاسبانوں کا خطہ ہے۔ اس نے ہر شعبۂ زندگی میں بڑے بڑے نامور اور عظیم انسان پیدا کیے۔ لیکن میرے نزدیک ضلع چکوال کی عظمت اور قوتِ ایمانی کی اصل شہرت عاشقِ رسولؐ غازی مرید حسین شہیدؒ کی بدولت ہے۔ غازی صاحب ایسے عاشقِ رسولؐ تھے کہ جن کی یاد رہتی دُنیا تک اہلِ ایمان کے دلوں میں تازہ رہے گی۔ انہوں نے ڈاکٹر رام گوپال لعنتی کو گستاخیٔ رسولؐ کا وہ مزہ چکھایا کہ کروڑوں ہندی مسلمانوں کا سر فخر سے اُونچا کر دیا اور ایک بار پھر ثابت کر دیا کہ مسلمان حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی اور بے ادبی کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔

آج سلمان رشدی (جسے شیطان رشدی کہنا چاہیے) کی دریدہ دہنی پر دُنیا بھر کے مسلمان رنجیدہ اور آگ بگولا ہیں اور انہیں رہ رہ کر عاشقانِ رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی یاد آتی ہے جنہوں نے اس قسم کے گستاخوں کو واصلِ جہنم کر دیا۔ ان عاشقوں میں غازی مرید حسین شہید (رحمۃ اللہ علیہ) بھی بلند مقام رکھتے ہیں۔

جنّت کا باسی، غازی محل کا مکینؒ

تحریر: ملک محمد مُنیر نوابی

غازی محل

غازی صاحب جامِ شہادت نوش کر کے زندہ جاوید ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایمان کی حرارت والوں نے "غازی محل" تعمیر کر دیا۔ وادئ چکوال اور دور دراز علاقوں کے مسلمانوں نے اس کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ دوران تعمیر پیر صاحب چاچڑوی بھلہ میں ہی قیام پذیر رہے اور کام کی نگرانی کی۔ سینکڑوں ختم قرآن پاک کئے گئے اور شب و روز غازی صاحب کی اس وصیت پر عمل ہوتا رہا۔ ؎

ع غرض مُرید مکین والی یاد رکھنی دل دے نال یارو!
ایہو پند نصیحت وصیت میری ایہو پونجی میری ایہو مال یارو
ایہو خواہش تے ایہو مقصود میرا ایہو شوق تے ایہو خیال یارو
فقط پڑھو درود رسولؐ تائیں ایہو ورد وظائف کمال یارو

درود وسلام اور ذکر وفکر کی روح پرور گونج میں غازی محل آباد ہو گیا۔ اس میں تین ہستیاں ابدی نیند سو رہی ہیں۔ مزار کے اندر درمیان میں غازی صاحبؒ قبلہ کی طرف آپ کی والدہ مکرمہ غلام عائشہ اور مشرق میں آپ کی زوجہ محترمہ امیر بانو آرام فرما ہیں۔ مزار کے سامنے کعبہ کی بیٹی یعنی مسجد ہے۔ جہاں ۱۹۳۷ء سے بندگانِ خدا اپنے خالقِ حقیقی کے حضور سجدہ ریز ہو رہے ہیں۔ اسی مسجد میں بیٹھ کر اور سجدوں میں گر گر کر دردمندانِ ملت اسلامیہ اللہ تعالےٰ

سے غازی صاحبؒ کا عشق محبوبِ خدا اور غیرت اور حمیت طلب کرتے ہیں۔ خانۂ
خدا کے عقب میں ایک چھوٹا سا شہرِ خموشاں اور پہلو میں ننھا سا گلشن بھی آباد
ہے۔ اس میں گلاب اور چنبے کے سرخ و سپید پھول بہار میں فضا کو معطر
کرتے اور عجب دل کش منظر پیش کرتے ہیں۔ شاہراہِ عام کے ساتھ کنواں اور
غسل خانے ہیں۔ مزار کے ساتھ چند کمرے اور سامنے کھلی جگہ ہے۔ یہ کمرے صرف
یومِ شہادت پر استعمال میں آتے ہیں۔ یہاں اگر دینی درس گاہ کھول دی
جائے جس میں دینی و دنیوی علوم کے علاوہ غازی صاحبؒ کی سوانح حیات
اور ان کا اردو، پنجابی کلام پڑھایا جائے تو غازی صاحب کو حقیقی خراجِ عقیدت
پیش کرنے کا اہم اقدام ہوگا۔ بہرکیف غازی محل میں پہنچ کر انسان کو ایک
ناقابلِ بیان کیف و سرور ملتا ہے۔

یومِ شہادت

غازی صاحبؒ کا یومِ شہادت ۱۸ رجب المرجب ۱۳۵۶ھ بمطابق
۲۴ ستمبر ۱۹۳۷ء بروز جمعہ ہے۔ اس لئے ہر سال ۱۸ رجب کو غازی محل کی
پاکیزہ فضاؤں میں آپ کے یومِ شہادت کی تقریب عرس کی طرز پر منائی

عالم فاضل حاجی حافظ بہج دوروں آئے
بے حسابی خلقت آئی کون حساب سنائے
بعضے آکھن اتنی صفاں آہیاں وچ میدانے
بعضے آکھن نوے آہیاں اللہ مالک جانے

جنازہ ہو چکا تو لوگ اسی طرح صفیں باندھے کھڑے رہے۔ آپ
کی زیارت کرانے کے لئے چارپائی صفوں میں پھرائی گئی۔ ہر سمت سے

"واہ سبحان اللہ"، "واہ سبحان اللہ" کی صدائیں بلند ہوئیں۔ کسی کی زبان پر
مولانا ظفر علی خان کا یہ شعر تھا۔

؎ جیت لیا اسلام کا غازی۔ ہر گئی آخر کفر کی بازی
جھک نہ سکا توحید کا پرچم۔ صلی اللہ علیہ وسلم

اور کوئی ڈاکٹر صاحب کی زبان میں رطب اللسان تھا۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

زیارت کا سلسلہ ختم ہوا تو مسلمانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا یہ سمندر درود و
سلام پڑھتا غازی صاحب کی ابدی آرام گاہ "غازی محل" کی طرف رواں ہو گیا جو
بھلہ شریف کے شمال کی جانب لب شاہراہ ایک انتہائی موزوں مقام پر شمعِ
محمدیؐ کے پروانے کے لئے منتخب کی گئی تھی۔ چنانچہ جمعۃ المبارک کی سہ پہر کو
عاشقِ رسولِ مقبولؐ کو انتہائی عقیدت اور والہانہ انداز میں سپردِ خاک کیا گیا۔
یہ منظر دیدنی تھا۔ جن بزرگوں کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔ ان سے چشم دید حالات
دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ غازی مرید حسین شہید کے عشقِ رسالت اور غیرتِ
ایمانی کی کہانی ہر مرد و زن اور بچے کی زبان پر تھی۔ ہر کوئی کہہ رہا تھا "اے کاش
ایسی سعادت ہر مسلمان کو نصیب ہو۔" غازی صاحب کی والدہ ماجدہ کا نورانی
چہرہ ایک عجیب و غریب کیفیت و طمانیت کا عکاس تھا۔ اپنے اکلوتے بیٹے کی
اس "برات" پر وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا شکر ادا کر رہی تھیں۔ انہوں
نے یقین کی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ؎

شہادت پا کے ہستی زندہ و جاوید ہوتی ہے
یہ رنگین شام صبحِ عید کی تمہید ہوتی ہے!

چوہدری خیر مہدی صاحب۔ ماسٹر مرزا غلام سرور صاحب۔ چوہدری
محمد ایوب صاحب بھلہ، چوہدری صوبہ خان صاحب کریالہ۔ الحاج سید

نیاز حسین شاہ صاحب رحیم یار خان ۔ ملک محمد نواز خان صاحب نوابی کراچی۔ چوہدری محمد حسین صاحب اور دوسرے بزرگوں ، جو اس زمانے میں بھلہ کریالہ میں تھے بتایا کہ جب غازی صاحبؒ کی میت لحد میں اتاری جا رہی تھی سینکڑوں حفاظ کرام۔ علمائے اسلام اور دوسرے فرزندانِ توحید و جان نثارانِ رسالتؐ قرآن حکیم کی آیات اور کلمہ و درود پڑھ رہے تھے۔ ایسا ایمان افروز سماں تھا کہ چشمِ تصور سے دیکھا اور زبانِ قلم سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اکثر اصحابِ بصیرت رئیس الاحرار حضرت مولانا محمد علی جوہر مرحوم کا ایک شعر یوں گنگنا رہے تھے۔ ؎

ہے رشک ایک خلق کو غازی کی موت پر　　یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

ہر ہر پاسوں مومن آ کے رج زیارت پاندے
نالے اوتھے پڑھن جنازہ۔ خلق زیارت کردی
نعرے تے تکبیراں آکھن دنیا کلمے پڑھدی

کلمہ و درود کا ورد جاری تھا کہ شہیدی قافلہ اگلی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ ڈب کے مقام پر صوبیدار غلام جیلانی صاحب اور دوسرے حضرات نے آرائشی دروازے بنائے۔ راستے کو دلہن کی طرح پھولوں اور جھنڈیوں سے سجا دیا۔ چوہدری غلام حسن بھی اس موقع پر چک نمبر ۱۶ ساہی وال سے ڈب آئے اور زیارت سے مشرف ہوئے۔ ڈب سے بھلہ روانگی ہوئی تو خوشبودار پھولوں کی پتیاں قافلے پر نچھاور کی گئیں۔ یہاں سے بھلہ شریف تک کے چھ میل راستہ میں سڑک کے دونوں جانب آپ کے جنازے میں شرکت کرنے والے جوق در جوق چلے جا رہے تھے۔ فضا نعروں سے گونج رہی تھی۔

بھلہ میں آمد

پیروِ حضرت بلالؓ۔ عاشقِ رسولؐ۔ غلام عائشہ کا لال۔ چوہدری عبد اللہ کا فرزندِ ارجمند۔ امیر بانو کا مایہ ناز خاوند اور بھلہ کا سعادت مند سپوت ضروری کام سے فارغ ہو کر اور دو تمغے ـــــ غازی اور شہید ـــــ پاکر عرصہ کے بعد بھلہ پہنچا تو ہر طرف مخلوقِ خدا استقبال کے لئے چشم براہ تھی۔ کم و بیش ایک لاکھ انسان جن میں ہر علاقہ اور ہر فرقہ کے لوگ شامل تھے بھلہ کریالہ کی گلیوں مکانوں کی چھتوں پر اور وسیع و عریض میدانوں میں جنازے اور زیارت کے لئے حاضر تھے۔

آپ کی نعش کو گاڑی سے اتارا گیا تو آپ کی والدہ ماجدہ نے اعلان کرا دیا کہ کوئی بھی غازی صاحب کو نہ روئے۔ بلکہ سب لوگ کلمہ درود کا ورد جاری رکھیں۔ حضرت بابا زمان شاہ صاحب سجادہ نشین کھوتھیاں نے فرمایا کہ گلیوں میں سب لوگ دو رویہ کھڑے ہو جائیں اور درمیان سے غازی صاحب کی میت گزاری جائے۔ چنانچہ عورتیں بچے مکانوں کی چھتوں پر اور مرد گلیوں میں ایستادہ ہو گئے۔ کوئی پھول نچھاور کر رہا تھا کسی نے عطر پاشی کی۔ الغرض جو کچھ جسے میسر آیا نثار کر دیا۔

نمازِ جنازہ

تقریباً ۴ بجے کریالہ کے شمال میں واقع وسیع میدان میں آپ کی نمازِ جنازہ سید محمد شاہ صاحب نے پڑھائی۔ نمازِ جنازہ اور آپ کی زیارت کی سعادت سے بہرہ مند ہونے والوں کی صحیح تعداد تو منشئ تقدیر کے سوا کسی کو معلوم نہیں البتہ قاضی جلال حسین صاحب کے پنجابی اشعار میں صفوں کی تعداد اسّی نوّے (۹۰) بیان کی گئی ہے۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں۔

کرن تیاری پڑھن جنازہ بے حد خلقت آئی
کون جلال صفاں گن دسے انت نہ آوے کائی

چھوڑ چھاڑ کر غازی صاحب کی زیارت اور جنازے میں شرکت کے لئے امڈے چلے آرہے تھے۔ زیارت تو حالات کے پیش نظر نہ کرائی گئی البتہ جنازہ میں ہزاروں فرزندان توحید شریک ہوئے۔ شہر بھر کی دکانیں اور کاروبار بند تھے۔ ضلع کچہری میں بھی بقول چوہدری حاجی خان صاحب کاروبار نرم تھا۔

جنازہ کھلے میدان میں ہوا۔ پیر صاحب جاچڑ شریف جنازہ پڑھ کر لالہ موسیٰ تشریف لے گئے اور لواحقین لاری لانے کے لئے اڈے پر چلے گئے۔ اس زمانے میں ملک اللہ بخش صاحب کی صرف ایک لاری تھی جسے وہ خود ہی چلایا کرتے تھے۔ ملک صاحب کی دلی آرزو تھی کہ غازی صاحب کی نعش ان کی لاری پر بھیجا جائے۔ ادھر سرکاری انتظام میں پولیس گارد سرکاری لاری پر سٹی مجسٹریٹ کی معیت میں میت لے کر روانہ ہو گئی۔

ادھر چوہدری خیر مہاری۔ دوست محمد۔ چوہدری محمد بخش صوبیدار سوداگر۔ خان اور احمد خان وغیرہم ملک اللہ بخش صاحب کی لاری میں دینہ روانہ ہو گئے دینہ اور نواحی دیہات کے عوام راستہ روک کر غازی صاحب کی زیارت کے آرزو مند تھے۔ اس طرح ملک الہٰہ بخش صاحب کی بس دینہ قافلہ سے مل گئی۔ وارثوں کے مطالبہ پر نعش والے صندوق کو پولیس کی وین سے نکال کر لاری پر رکھا گیا۔ توحید و رسالت کے نعروں کی فلک شگاف گونج سے قافلہ منزل کی طرف رواں دواں ہو گیا۔

راستے میں جہلم سے کھیلہ تک ہر جگہ غازی کے پروانوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ استقبال کے لئے چشم براہ تھے۔

کھوتھیاں میں جنازہ

عاشق رسولؐ کی سواری تھی جہاں سے گزری لوگوں نے والہانہ عقیدت کا مظاہرہ کیا۔ کہتے ہیں کہ دینہ سوہاوہ اور جہلم کے بعد قصبہ کھوتھیاں میں بھی مثالی استقبال اور جنازہ ہوا۔ قرب وجوار کے دیہاتی صبح سے ہی جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ "بابکی بن" پر جہاں اس زمانے میں بسوں کا اڈہ ہوتا تھا۔ ہزاروں بچے بوڑھے اور جوان مرد و زن قافلے کی آمد کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ حضرت بابا زمان شاہ سجادہ نشین کھوتھیاں اور پیر صاحب ترمنی بنفس نفیس اڈے پر موجود تھے۔ اس خدشہ کے تحت کہ کہیں قافلہ رکے بغیر ہی نہ چلا جائے۔ تمام حاضرین سڑک پر کھڑے ہو گئے۔ کارواں رک گیا۔ کھلے میدان میں بابا زمان شاہ صاحبؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نعرہ ہائے تکبیر و تحسین بلند ہوئے۔ جس کا ذکر اس زمانے کے پنجابی شاعر قاضی جلال حسین صاحب بھولڑی نے یوں کیا تھا۔

شوق زیارت کارن دنیا ہر ہر جائی آوے
وچ جنگل دے منگل بن گئے جھٹوں لاری جاوے
بھی پھر موڑاں کھوتھیاں کولوں جدم چلدیاں آون
پیر صاحب ترمنی والے تے شاہ جی صاحب بھی آون
آخر جس دم شاہ صاحب پھر موڑ چا کھلواندے

اور یہ تبسم کیوں نہ ہوتا۔ غازی مرید حسین اب شہید کے عظیم منصب پر بھی نوازے جا چکے تھے۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط
بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○

(ترجمہ) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے جاتے ہیں ان کی نسبت یوں مت کہو کہ وہ مردہ ہیں ۔ وہ زندہ ہیں لیکن تم اس کا شعور نہیں رکھتے

پھر چوتھے پارہ کی سورہ آل عمران میں ارشادِ خداوندی ہے ۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط
بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ لا

(ترجمہ) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں ان کو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو رزق بھی ملتا ہے ۔

اور شہیدوں کی زندگی میں کسے شک ہو سکتا ہے ۔ ہم انہیں دیکھنے کا شعور نہیں رکھتے لیکن ان کے کارنامے صدیوں تک ہماری نظروں کے سامنے رہتے ہیں ۔

شہادت کے بعد

صبح نو بجے کے قریب جہلم جیل سے نبیؐ کے جان نثار کا جنازہ اٹھایا گیا ۔

ہزاروں کا مجمع تھا ۔ مسلمان پروانہ وار آپ کے دیدار کے لئے سر توڑ کوششیں کر رہے تھے ۔ لیکن حکام نے عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دیکھا تو گھبرا گئے ۔ اس لئے زیارت کرانے کی بجائے صرف جنازے کی اجازت دی ۔

درود و سلام سے جہلم کے گلی کوچے گونج رہے تھے ۔ ایک قابلِ دید منظر تھا ۔ جنہوں نے دیکھا آج تک فراموش نہیں کر سکے ۔

فراق دے وین

(غازی مرید حسین شہیدؒ اردو میں اسیر اور پنجابی میں اپنے نام کا مخفف ایم ایچ تخلص کرتے تھے ۔ اُن کی ایک پنجابی سی حرفی نذرِ قارئین ہے)

الف
آماہی گل لا ماہی کر دے رحم نہ جی ترسا ماہی !
پایا غماں دی فوج نے آن گھیرا جلدی پہنچ تے آن بچا ماہی
تیرے ہجر کٹاری ماری وچ سینے دارو درد جگر دی لیا ماہی
ایم ایچ دا دم آخیر والا ، پھیری پا تے مُکھ وِکھا ماہی

ب
بیعت ہے حق نکاح کرنا سوہنا مرد اِک چُن جہاں وچوں
علم عقل تے شکل یکتا ہوں سخی مرد اوہ دسے پہچان وچوں
عالم عامل تے قوی تحقیق کر کے خاوند منیں دلجان وچوں
ایم ایچ جاں عقد پڑھالیوے قول ہارے تاں خارج ایمان وچوں

بُھل کے اکھیاں لا بیٹھی تیر ہجر دے چھاتیوں پار ہو گئے
اکھیں نیند نہ آوندی اِک رتی بدلے پُھلاں دے سیج تے خار ہو گئے
گیا اُٹھ آرام جہان وچوں بدلے سکھاں دے دکھ ہزار ہو گئے
ایم ایچ اس عشق نے منک بدھی بدلے صحت دے لکھ آزار ہو گئے

پ پڑھ لے عقد دے حرف تنّے، عین، قاف تے دال تحقیق پیارے
عینوں عشق تے ق تھیں قول پکا دالوں دلدی خاص تصدیق پیارے
من بھاوناں حکمت تلاش کرنا گُلھو ہے کرنی تفتیش پیارے
ایم آیچ پھر قول نہ مُول ہارے کیتا عقد جو بعد تشخیص پیارے

ت تلاش جہان دے وِچ کیتی، ملے اوزار مقصود نہ مُول کِدھرے
ڈِٹھے دوست، رفیق عزیز سارے ناہیں ہویا سوال مقبول کِدھرے
تھکی عقل فکر تدبیر میری، دِل دی چیز نہ ہوئی موصول کِدھرے
ایم آیچ جاں در رحمٰن آیا، باقی رہی نہ ہوس حصول کِدھرے

ٹ ٹپک رہے اشک رخسار اتوں، جھڑی لگ رہی ہوئی مثال ہر دم
سڑی آہ اشک دی بوند باری، لگی طلب خورشید جمال ہر دم
خواجہ پیر جی خط ارسال کیتا پونجے آنسو بہ مثل رومال ہر دم
ایم آیچ فراق دے وِچ تڑفے وانگ بسمل ہے حال بے حال ہر دم

ث ثابت ہے جرم ثبوت پکا، حکم موت ہے کافر سُنا دِتا
کیتا قتل اسیر مردود تائیں چشم دید گواہاں بتا دِتا
ملزم مار کے پیٹ دے وِچ خنجر، جہنم وِچ مردود پہنچا دِتا
ایم آیچ دی کجھ مجال نہیں جو رِشِ حق نے غضب دکھا دِتا،

ج جسم بے جان ہے وانگ مُردہ، ٹھوکر مار کے آن جِلا جلدی
تیرے ہجر نے مار ناچار کیتا خواجہ پیر جی مکھ دکھا جلدی
وانگ ماہی بے آب بیتاب ہویاں آکے شربت دیدار پلا جلدی
ایم آیچ دی ایہو دُعا سایاں کردے رحم تے پیر ملا جلدی

چ چشتی دربار منعقد ہویا خواجہ پیر ہے صدر منبر بیٹھا
کِدھرے واعظ تے کِدھرے قوال بیٹھے کِدھرے بسمل ہے شاعر دلگیر بیٹھا!
کِدھرے زاہد تے کِدھرے تصوف والے کِدھرے رانجھا ہے مثلِ فقیر بیٹھا
ہویا مست دربار رنگ راگ اندر، کونے چھپ کے ہے روح اسیر بیٹھا

ح حکم حضور پُرنور والا رہنا مست بے فکر ہر حال پیارے
رہنا صابر تے شاکر ہر حال اندر رکھنا صدق نہ کرنا ملال پیارے
سب کم پیر د تقدیر کرنے ایہو غازیاں دی سوہنی چال پیارے
ایم ایچ نے سر تسلیم کیتا کہے الحمدللہ رہے خوشحال پیارے

ح حال دساں تہانوں قیدوالا ذرا اُس کے دل وچ قدر رکھنا
جیہڑا ریشم تے ململاں پہنداسی اُس بدن تمام تے کھدر رکھناں
جیہڑا بستر بچھونے تے سونداسی ہیٹھاں کمبل تے اُوپر اک چدر رکھناں
نہ کوئی پلنگ نہ منجی اسیر ملے پکے فرش تے لیٹ کے صبر رکھناں

خ خواب اندر سوہنا پیرؒ ملیا بعد مدتاں ہوئے دیدار راتیں
کیتا کرم کریم مسکین تائیں لایا گلے تے کیتا پیار راتیں
رہے مست الست وصال اندر ہوئی ذرا نہ گل گفتار راتیں
ایم ایچ نوں شوق دیدار بڑھیا بدلے رات دے دیوے ہزار راتیں

خ خبر لے آن کے پیر خواجہ کیتا ہجر نے حال بے حال میرا
جدُوں تاپ فراق بیتاب کردا، حال حال کردا وال وال میرا
کرے دل دلیل نہ سوچ کوئی، رہے پیر دسے دل خیال میرا
ایم ایچ نوں ملن دی تاہنگ مرشد بناں عید دے جیون محال میرا

خ خطا اساں تھیں تُساں چنگا جیہڑا جاوسیں خاص دربار پیارے
کریں نیاز حاصل سوہنے پیر دے تُوں غٹ غٹ پیویں شربت دیدار پیارے
سب حال بیمار بیان کرنے بعد ادب آداب سرکار پیارے
ایم ایچ دے لکھ سلام کہہ کر، کرنا شوق دیدار اظہار پیارے

د دسو نجومیاں جوتشیاں او، میری خواب دی اک تعبیر مینوں
کھول پوتھیاں تے زائچے پاؤ سو، دسو کجھ لکیر تدبیر مینوں
قمر ڈٹھا آسمان تھیں وچ جھولی کیویں ملیا ہے ماہِ منیر مینوں
ایم ایچ پیار پایا کھول دسیں، ملیا خواب اندر سوہنا پیر مینوں

ڈ ڈٹھا پھول جہان سارا کدھرے ملیا نہ مرشد و پیر کامل
اول نظر دے وِچ پسند آیا خواجہ پیر صاحب دستگیر کامل
عالم ظاہر تے باطن دا پیر ملیا کھلی قسمت تے ہوئی تقدیر کامل
ایم ایچ دے دل تصدیق کیتا خواجہ پیر ہے مست فقیر کامل

ذ ذوق مینوں تیرے دیکھنے دا۔ کدیں ذوق دیدار دا گھٹدا نہیں
تیرا ہجر دیدار فراق چہرہ خاکہ نور والا اکھتوں ہٹدا نہیں
تیرے ہجر نے مار ناچار کیتا مینوں صبر قرار اک جھٹ دا نہیں
ایم ایچ اسیر ظہیر ہویا پردہ شوخ نقاب دا چھٹدا نہیں

ر رُوح ہے عشق تے شعر جسم، باہجھ رُوح دے جسم بے کار بیلی
باہجھ عشق دے شعر ہے وانگ مُردہ بناں شعر دے عشق بیزار بیلی
سوز ہجر فراق نوں شعر کہندے، باہجھ عشق دے شاعر بے تار بیلی
ایم ایچ اِس عشق بازار اندر باہجھ شاعری عاشق بے سار بیلی

ز زندگی موت پیوست ہویاں، اکو حکم اقرار جرار لے کے
منگو زندگی موت بھی ساتھ آوے نیٹھ ذرا نہ صبر قرار لے کے
ملے زندگی موت نہ مُول چھوڑے آوے وقت تے حکم جبار لے کے
ایم ایچ اوہ وقت سعید ہوسی جدوں آوے گی حکم غفار لے کے

ژ ژال ہے نام پہلوان اُسدا۔ کشتی کرے جو نال شیطان ہر دم
بنگڑی پا ایمان دی داؤ مارے سُٹے دُور تے کرے بیجان ہر دم
مارے غُصّہ غرور تے نفس مارے جھیڑے ضرب شیطان سامان ہر دم
ایم ایچ لاحول تلوار پھڑ کے کرے قتل نہ دیوے امان ہر دم

س سانپ معشوق ہے عِشق زہر۔ پیاسا عشق دا عاشق کہان والا
بناں زخم دے ڈنگ محبوب مارے، بے جگر تے جگر جلان والا
بازی عِشق دی وِیچ بے ہوش ہون زخم کھان تے ڈنگ چلان والا
ایم ایچ معشوق بے بس ہووے جدوں ویکھدا عِشق کمان والا

ش

شعر اشعار تے شاعر بولن میرے ہین فراقدے بین پیارے
ناہیں شعر نہ شکل ہے بیت والی آہ نالے بیمار دے کہن پیارے
جنہاں سوز فراقدی مار بجلی بناں ٹھرک شاعری نہیں رہن پیارے
ایم اپیچ مہجور سب اوس اُتے دکھ درد عذابدے سہن پیارے

ص

صدق یقین مضبوط میرا خالی بول فقیر دا جاوندا نہیں
بناں حکم الٰہی فقیر کوئی کدیں مُکھ توں بول الاوندا نہیں!
جیکر لہر فقیر دی بول اُٹھے اللہ پاک پھر مُول ہٹاوندا نہیں
ایم اپیچ دربار دے وچ آسی کہیا پیر کوئی سُولی چڑھاوندا نہیں

ض

ضرب فراق بیتاب کیتا نہیں قوت بیان بیمار دیوچ
لب خشک زبان نہ بول سکے دِسے جیون محال اس دار دیوچ
تیرا چہرہ چراغ پتنگ بناں عجب لطف ہے تیرے دیدار دےوچ
ایم۔ اپیچ دا ایہو پیار ہردم رہے ایتھے تے رُوح دربار دیوچ

ض

ضلع ہے جہلم گجرات کولے موضع بھلہ تحصیل چکوال بیلی!
ڈاکخانہ کریالہ ہے خاص میرا وطن دمن پٹھوار خوش حال بیلی
قوم کہوٹ قریش مشہور ہوئی نمبرداری داپیا جنجال بیلی
ایم اپیچ مسکین دا نام بولن خادم چشتیاں دا اہر حال بیلی

ط

طلب دیدار جرو کنی سی ایپر قدرت نوں ابجے منظور ناہیں
مارے درد فراق دوہائی دیواں ایپر عشق دیوچ دستور ناہیں
اج مدت وچھوڑے دی ودھ گئی ایپر جیندیاں نوں کوئی دُور ناہیں
ایم اپیچ نوں پیر جی نہیں ملیا ایپر نا امید مہجور ناہیں

ظ

ظاہر اباطنی علم جانے ہر مرض دے جانے دوا سب کچھ
ہر کام دا نام تے بھید جانے دسے ناہیں تاں رکھے چھپا سب کچھ
جدوں لہر دیوچ فقیر آوے خوش نصیباں نوں مویے دکھا سب کچھ
ایم اپیچ بے فکر توں رہ بے شک آئی لہر تاں دلسی بتا سب کچھ

ع عشق نہ پلڑے ہے میرے نہ ہیں عاشق کہاں دی قدر رکھناں
لگا تیر جدائی دا وچ سینے فقط داغ فراق دی بدر رکھناں
گھر بار تے وطن نہ یاد رہیا نہ کوئی پتہ نشان نہ خبر رکھناں
ایم اَیچ محمّدؐ نے خبر دتی کر کے محکم یقین تے صبر رکھناں

ع عشق ہے رن دا رن ورگا بھاویں لکھ تو لکھ کمائیے جی
پیاری جان جہان ایمان دے کے عاشق رناں دے آن کہائیے جی
جس دے عشق دا رب نوں تیر لگا اُسدے نال محبتاں لائیے جی
ایم ایچ مُحمّدؐ دا عشق لگے سوہناں رب رقیب بنائیے جی

ع عشق دے عین دے عین معنی شیئوں شوق تے قافوں قلب نکلے
عین قلب دے شوق عشق کہندے جد جوش تمام رگ رگ نکلے
پاوے عشق پوشاک فراق والی مارے چمک تے دھواں اگ نکلے
ایم اَیچ جو عشق دی پھاہی پھتا پیا ٹرفے نہ کسے سبب نکلے

ع عرض مرید مسکین والی یاد رکھنی دل دے نال یارو!
ایہو پند نصیحت وصیّت میری ایہو پونجی میری ایہو مال یارو!
ایہو خواہش تے ایہو مقصود میرا ایہو شوق تے ایہو خیال یارو
فقط پڑھو درود رسولؐ تائیں ایہو ورد وظائف کمال یارو

ع غم غمخوار تے رنج بیلی سدا رہے جو ساتھ غریب پل پل
کالی رات فراق دے وچ پیارے رہے دوست رفیق حبیب پل پل
جدوں تاپ فراق بیتاب کیتا رنج و غم بن رہے طبیب پل پل
ایم اَیچ جاں تلخی عذاب ہوئی رنج و غم بن سانس عریض پل پل

ف فضل دا مینہ برسا یا رب جاوے خزاں تے آون بہار دے دن
خشک کھیتیاں سبز لباس پہنن آوے ساون تے جاون اساڑھ دے دن
وگے وا پریم دی نگر اندر آوے سکھ تے جاون وچھاڑ دے دن
ایم اَیچ نوں ملے محبوبؐ سایاں مکے ہجر تے آون دیدار دے دن

ق قلم دوات نہ پاس میرے چھٹی درد والی لکھے بیمار کیسے
ناہیں چاقو نہ چھری ہتھیار کوئی ہڈیاں چیر کے لکھے اشعار کیسے
دل دے وچ کاجگو گھو چکا ہجر لکھے بیمار ناچار کیسے
ایم ایچ اس روح نوں بھیج دیویں آوے پھر کے ہوش دیدار کیسے

ک کرم دی نظر کریم ہووے بدلے ہجر دے میل دلدار کردے
آوے پرت بہار بسنت والی بدلے تھلاں دے سبز گلزار کردے
کٹے منزلاں پوریاں عشق دیاں بدلے دار دیدار سرکار کردے
ایم ایچ اسیر آزاد کرکے بدلے قید دے حاضر دربار کردے

گ گل تے بات دن رات ایہو جاواں پیر دے پاک دربار کیسے
ایہو سوچ تدبیر تجویز میری ہوسی میل سرکار سردار کیسے!
سدا ایہو دعا صدا میری ہوون پیر دے میں نوں دیدار کیسے!
ایم ایچ نوں شوق باذوق ایہو کتنیں سناں ہیں پاک گفتار کیسے

ل لعنت ہے عشق دی پھول ڈٹھی لکھے حرف سی ہجر فراق تھاں تھاں
منت جان وچ عشق بازار ملے جان دیون دے ڈٹھے مذاق تھاں تھاں
کدھرے لفظ انکار نہ مول ڈٹھا کردے جان قربان مشتاق تھاں تھاں
ایم ایچ تقدیر دے میل ڈٹھے لکھے حرف سی حسن اتفاق تھاں تھاں

ل لکھاں خیالاں دے لائیں دل تے ایپر دل نہ منداکو پیرا
جدوں شعر فراق دے یاد کرنا زار زار پوندا دل رو پیرا
تیرے ہجر نے بھن کباب کیتا خشک خون گیا میرا ہو پیرا
ایم ایچ پیارے نوں کی دساں میرے تن تے ورتدی جو پیرا

ل لوک سارا سکھ دی نیند سوندا، بے چین بندہ بے آرام پھردا
کدیں فال پاواں کدیں بھراں واڑے کدیں کراں خانقاہیں سلام پھردا
کدیں پھڑدا پنڈتاں جوتشیاں تھیں کدیں ہوانوں دیندا پیغام پھردا
جا کے آکھدیناں پیارے یار تائیں تیرے دم دا نوکر غلام پھردا

م معاف کرنا خواجہ پیر صاحب میری خطا جو ہووے کلام اندر
ڈاہڈی رمز ڈوہنگی تُساں عاشقاں دی نہیں کوئی سمجھ پہچان غلام اندر
کسر نفسی دی چادر لپیٹ تُساں حسن ظنی ہے دسی پیغام اندر
ایم ایچ دا ہویا یقین محکم پلّہ چھڈے نہ کسے مقام اندر

ن ننگ دھڑنگ ملنگ ہو کے مٹی خواری دی عمر گذاریئے کی
لا کے انگ بھبھوت لفنگ ہو کے بھسڑ چھائی دی گھڑی گذاریئے کی
نہ کوئی رنگ نہ ڈھنگ نہ وقت ویلا بناں سنگ دے گتی سنواریئے کی
ایم ایچ پتنگ دی کنگ ناہیں، بناں گنگ دے گڈی چھلاریئے کی

و وقت اخیر دا آن ہویا آکھیو پیر نوں لکھ سلام میرے!
سدا رہے قائم دربار تیرا جیوندے رہن سارے غلام تیرے
مرگیا تے حاضری رُوح دیسی جیوندا رہیا تے آوساں مقام تیرے
ایم ایچ غریب مسکین کہندا گن دیو نے سب پیغام میرے

ہ ہجر دلدار ہے سخت ظالم جنہوں منداکل جہان بیلی
حد رنج والم دی ختم ہوئی، ستم ہجر دا منیں رحمٰن بیلی
ہویا ہجر برداشت محبوبؐ ناہیں شب معراج دا کیتا سامان بیلی!
ایم ایچ مہجور مجبور ہویا، صدمہ ہجر نہیں سہن آسان بیلی

ی یکدم یکدم آ ——— میری عرض آخیر دی سُن مرشدؒ
تیرے ہجر نے مارنا چار کیتا جان اٹک رہی لباں تے ہُن مرشدؒ
فقط شوق دیدار دی اگ لگی اوگن ہار وچ نہیں کوئی گن مرشدؒ
ایم ایچ نے اصل وچ پیر خواجہؒ روز ازل تھیں لیا سی چُن مرشدؒ

جس کو ہوا دراک وجہ خلقت ہر این وآں
لائق تکریم ہے وہ ماہ واختر کے لیے
جان لے وہ دین کا مقصد سمجھ لے مدّعا
جان دے وہ حفظ ناموسِ پیمبرؐ کے لیے

راجا رشید محمود

قطعہ شہادت میاں محمد صاحب مرحوم

سابق سپاہی ۳/۱۰ بلوچ رجمنٹ۔ فرزند غلام محمد صوبیدار۔ بمقام تلہ گنگ ضلع کیمبلپور پنجاب۔

تاریخ وفات: ۱۰ ماہ صفر المظفر ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء

اے یادگارِ عزتِ ناموسِ مصطفیٰؐ
کیا خوب انتخاب تھا تیری حیات کا
بدلہ لیا ہے دشمنِ احمدؐ کا تُو نے خوب
منظور کر چکا ہے شہادت تری خدا"

(مدراس (بھارت) سنٹرل ریلوے سٹیشن سے تین میل دور واقع ایک بڑے قبرستان میں معروف ولی اللہ حضرت پیر دستگیر سادیؒ کے مقبرے اور مسجد کے درمیان، مقبرے کے ساتھ بائیں جانب، سطح زمین سے کافی اونچے چبوترے پر واقع قبر پر نصب شدہ پتھر کی تحریر)

"

ڈوگرہ سپاہی چرن داس کو جہنم رسید کرنے والے

غازی میاں محمدؒ شہیدؒ

ترتیب: سیدہ فضہ عابد نقوی

ماضیٔ قریب میں برصغیر پاک و ہند کے خطے پر آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی گستاخ جنم لیتے اور شاہین صفت محبانِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ان مردودانِ ازلی پر جھپٹتے رہے۔ سرزمینِ تلہ گنگ سے ایک ایسا ہی ملک زادہ عبقری حصولِ معاش کے لیے مدراس پہنچا اور تحفظِ ناموسِ رسالت کا امین بن کر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک گستاخ (ہندو ڈوگرے) کا سر قلم کر کے حیاتِ ابدی کی عملی تفسیر بن گیا۔ کارکنانِ قضا و قدر نے اسے سرگروہِ عشاقِ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نقیب قرار دیا اور سرکارِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربارِ نوربار کی ضیاپاشیوں نے اسے دائمی سکون بخشا۔ یہ مجاہد — "غازی میاں محمد شہیدؒ" — ہیں۔ جو ایک معروف قصبہ تلہ گنگ سے تعلق رکھتے تھے۔

صوبہ پنجاب کے نقشے کو بغور دیکھیں تو چند لکیروں میں گھرے ہوئے اس علاقہ کی نشاندہی میں کافی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حکومتِ پاکستان نے انتظامی امور کے باعث چند برس پہلے ضلع اٹک کی پیشانی پر خطِ فاصل کھینچی تو "چکوال" کے نام سے ایک اور ضلعے کا یومِ تاسیس منایا گیا۔ اس شہر کے قرب و جوار میں دو دیہات امتیازی خصوصیت کے حامل ہیں۔ بھلہ کریالہ اُن میں سے ایک ہے، جسے شہیدِ محبت پروانۂ شمعِ رسالت غازی مرید حسین شہید (رحمۃ اللہ تعالیٰ) کے مسکن و مولد ہونے کی سعادت حاصل ہے۔ دوسرا قصبہ تلہ گنگ کے نام سے ملقب ہے جہاں

محافظِ ناموسِ رسالت غازی میاں محمد شہید (رحمۃ اللہ علیہ) پیدا ہوتے۔ انہوں نے دیارِ غیر میں اپنے پاک لہو سے وفا کیشی کی کتاب مرتب کی اور اُن کا خون چہرۂ ملت کو سُرخی بخش گیا۔ یہ ہندی مسافر اپنے قافلہ سالار مولانا جامیؒ کے نقوشِ پا کا کھوج لگاتے لگاتے، جب دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پہنچا تو ساقیٔ کوثر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے دربار سے اسے سیراب کر دیا گیا۔ یہ پاکباز نوجوان مقدر کا دھنی تھا جو نعلِ پاکِ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے اپنی آنکھیں ملتا اور اپنے روح کی پیاس بجھاتا رہا۔

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

غازی میاں محمد شہیدؒ — جانے اس نام میں کون سی کشش ہے کہ ہونٹوں پر مچل جائے تو طراوت پہنچتی ہے اور اگر یہ رودادِ محبت دہرائیں تو احترام سے گردنیں جھک جاتی ہیں۔ حُبِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی فیض باریاں تھیں کہ پاک وہند کے ایک گمنام نوجوان نے قافلۂ حجاز میں عزت پائی۔ حوریں اس کی راہ میں پلکیں بچھاتے اسے سوئے فردوسِ بریں لے جانے کو بیتاب تھیں مگر اسے سرکارِ مدینہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے کوچہ سے اُٹھ کر جنت میں جانا گوارا نہ تھا۔ شاید اس لیے کہ وہ "محمدؐ ہی لکھا ہوگا اگر مسلم کا دل چیریں" کا عملی نمونہ بن گیا تھا۔

غازی میاں محمد شہیدؒ کے خون کا ہر قطرہ انمول جذبوں کا ایک لافانی باب ہے۔ ان منزلوں میں ٹوٹے ہوئے تارے بھی مہرِ کامل بن جاتے ہیں۔ گلاب کی پنکھڑی میں پورے گلستان کی بہار سمٹ آتی ہے۔ شراب خانہ صراحی میں بند، دریا قطرے میں محیط اور صحرا ذرّوں میں گم ہو جاتے ہیں۔ گویا ہر کاندھے پہ ایک میکدہ سجا رہتا ہے۔ بعض بے عقل اب بھی کہہ جاتے ہیں کہ ناداں تھے جو زندگی سے کھیل گئے۔ عقلیت پرستوں نے قہقہے تو سُنے۔ پر آغوشِ مرگ میں دلنواز مسکراہٹ کہاں دیکھی؟ آبِ گلگوں کے جام چھلکانے سے آنکھوں میں شعورِ ذات کی چمک نہیں آسکتی۔ کون بتائے کہ زندگی اگر حسین موت ڈھونڈنے لگے تو فرشتۂ قضا شہبازِ حیات سے

دامن بچا کے نکل جاتا ہے — اُن کے نام پر مرنے والے مردہ نہیں ہوتے — اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا!!

١٦ مئی ١٩٣٤ء کا سورج بھی عام دنوں کی طرح طلوع ہوا کسے خبر تھی کہ اس روز کسی کی محبت کا امتحان ہونے والا ہے۔ صبح سے شام تک کا سفر معمول کے مطابق رہا لیکن چھ بجے شب ایک ایسے واقعہ کی بنیاد پڑی جو "میاں محمد" نامی ایک خوبرو نوجوان زادے کو ملتِ اسلامیہ کا محبوب بنا گیا۔ اچانک اس کی امیدوں کے چراغ جل اٹھے کیونکہ ناموسِ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر قربان ہونے کی سعادت بخشنے والا مبارک لمحہ آن پہنچا تھا۔

سینٹ تھامس ماؤنٹ چھاؤنی کی کوارٹر گارڈ پہ کھڑے سنتری کی ڈیوٹی نبھا رہے تھے۔ قلعہ میں بیٹھے مختلف مذاہب، اقوام اور علاقوں سے تعلق رکھنے والے فوجی عہدیدار خوش گپیوں میں محو تھے ان میں دو ہندو ڈوگرے اور چند مسلمان سپاہی بالخصوص قابلِ ذکر ہیں۔ ہوا یوں کہ ایک ہندو ڈوگرہ نے کوئی نعتیہ غزل باآوازِ بلند ترنم سے پڑھنا شروع کی۔ وہ خوش الحان تو تھا ہی، لہجے میں مٹھاس اور عقیدت کا رنگ بھی دلچسپی کا سامان کر گیا۔ مسلمان فوجی اپنی اپنی جگہوں سے کھسک کر اس کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ اس نعت کا آخری مصرع تھا "واہ وا پیارے محمد" (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) — ہندو نعت خواں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں نذرانۂ عقیدت کچھ اس ادا سے پیش کر رہا تھا کہ جوشِ مسرت سے مسلمانوں کی آنکھیں بھر آئیں۔ جب بار بار محمد عربی (علیہ التحیۃ والتسلیم) کا اسمِ مبارک ہندو ندکور کے منہ سے نکلا تو دوسرا ڈوگرہ سپاہی جل بھن کر رہ گیا اس نے غلیظ الفاظ میں اپنے ساتھی کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا "..... محمدؐ کو ..... کرو، کسی اور کا نام لو۔ تو ہندو دھرم کا مجرم ہے اور تیرا یہ پاپ ہرگز معاف نہ ہوگا" — یہ تمام کارروائی سید الرسل (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے غلاموں کی آنکھوں کے سامنے ہوئی۔

میاں محمدؐ بھی یہ سب کچھ دیکھ اور سن رہے تھے۔ آپ نے گستاخ ڈوگرے سے

کہا "اِسے یہ سعادت نصیب ہوئی ہے کہ حضرت محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے نام مبارک
سے اطمینانِ قلبی حاصل کرے۔ جس کو یہ اچھا لگتا ہے وہ گا کر پڑھ رہا ہے اگر تجھے
اپنے خبثِ باطن کے باعث پسند نہیں تو خاموش رہ یا باہر نکل جا۔ خبردار
آئندہ ایسی بکواس مت کرنا!" اس مردود نے کہا میں ایسا ہی کہوں گا مجھ سے
جواب طلبی کا تمہیں کوئی حق نہیں۔ میں جو چاہوں کہتا پھروں، تجھے کیا" — یہ
بیہودہ جواب سن کر ملک میاں محمد صاحبؒ کا خون غصّے سے کھول اٹھا، غیرت دینی
جوش مار رہی تھی۔ آج ہندو ڈوگرے نے پیغمبر اسلام (علیہ التحیۃ والسلام) کی شان
میں گستاخی کر کے اُن کی حمیّت کو للکارا تھا۔ غازی موصوف نے چند ثانیے توقف کیا،
چپ رہے، کچھ سوچا، ایک فیصلہ کیا اور سوال و جواب کی تو تکار سے ہٹ کر اسے
دوبارہ تنبیہ کی "اپنی ناپاک زبان سے ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان
میں گستاخانہ جملے کہنے کی جرأت ہرگز نہ کرنا ورنہ یہ بدتمیزی تجھے بہت جلد ذلّت ناک
موت سے دوچار کر دے گی" — بدقسمت ہندو سپاہی نے دوبارہ یہی جواب دیا۔
"مجھے اس سے روکنے کا تمہیں کوئی حق نہیں ہے۔" میاں محمدؒ کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔
آپ نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا: "اچھا میں تجھے جلد ہی بتا دوں گا کہ میرا حق ہے
یا نہیں۔"

غازی صاحبؒ نمازِ عشاء ادا کر چکنے پر بارگاہِ ربّ العزت میں یہ دعا
مانگ رہے تھے۔ اے میرے خالق و مالک میں نے تہیّا کر لیا ہے کہ تیرے محبوب
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان میں ہرزہ سرائی کے مرتکب کا کام تمام کر دوں۔
ملعون سے انتقام لینے کے لیے میں پیچ و تاب کھا رہا ہوں۔ تو مسبب الاسباب ہے
اپنے حقیر بندے کو حوصلہ اور استحکام عطا فرما۔ خدایا، اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم) کی حرمت و تقدیس پر جان لڑانے کی توفیق بخش اور میری قربانی منظور فرمالے۔"

ازاں بعد حضرت قبلہ غازی صاحبؒ چپکے سے کوارٹر گارڈ تک جا پہنچے، جہاں رسولِ پاک
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان میں گستاخی کرنے والا کمینہ فطرت ڈوگرہ سپاہی ڈیوٹی
دے رہا تھا۔ غازی میاں محمد شہیدؒ اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گارڈ روم میں
داخل ہوئے۔ اپنی رائفل نکالی میگزین لوڈ کیا اور باہر نکلتے ہی للکارا "ارے کم بخت
اب بتا کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہونے پر میں تم سے
باز پرس کا حق رکھتا ہوں کہ نہیں؟" یہ سن کر شاتمِ رسولؐ نے بھی پوزیشن سنبھالی اور رائفل
کا رخ آپ کی طرف موڑا مگر اس کے ساتھ ہی ناموسِ رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے
شیدائی کی گولی ہندو ڈوگرے کو ڈھیر کر چکی تھی۔ رائفل کی دس گولیاں اس کے جسم سے
پار کرنے کے بعد چہرے پر سنگین سے ضربیں لگاتے رہے۔ نبیٔ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
کی ذاتِ بابرکات پر حرف گیری کرنے والی گستاخ زبان ہمیشہ کے لیے خاموش ہو چکی
تھی لیکن ابھی مومنِ مجاہد کی تسکین نہیں ہوئی۔ آپ سنگین کی نوک اس ذلیل کے منہ پر
مارتے اور یہ کہتے جاتے تھے "بے غیرت اس پلید اور گندی زبان سے تو نے میرے پیارے
رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان میں بکواس کی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ تیرا ناپاک جسم
کتوں اور کوّوں سے نچوا ڈالوں۔" میڈیکل رپورٹ کے مطابق مردے کے چہرے پر کل
پانچ ضربیں تھیں جن میں سے ایک زخم چودہ انچ گہرا تھا۔

خطرے کے الارم اور بگل بجنے پر سب پلٹن جمع ہو گئی۔ ایک آدمی نے آگے بڑھ کر
بلند آواز سے پوچھا کہ قلعے میں فائر کس نے کیا ہے؟ غازی صاحبؒ نے جواب دیا۔ میں
ہوں سپاہی میاں محمد نمبر ۱۵۳۰۵"۔ بہرحال آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ جب پلٹن کے سامنے
لائے گئے تو انگریز کمانڈنگ آفیسر نے غازی موصوفؒ سے پوچھا "آپ نے ایسا کیوں
کیا؟" انہوں نے جواب دیا کہ چرن داس، مقتول ڈوگرہ نے ہمارے رسولِ اکرم (صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم) کی شان میں گستاخی اور بدکلامی کی تھی۔ میں نے اس کو روکا لیکن وہ باز نہ

آیا۔ پس میں نے اس کو مار ڈالا اب جیسا آپ کا جی چاہے، قانونی تقاضے پورے کریں۔
اس پر خود کمانڈنگ آفیسر نے تاکید کی "میاں محمد ذرا سوچ کر بات کرو، ہوش میں آؤ۔ آپ کے ابتدائی بیانات قلمبند ہو رہے ہیں ان میں رد و بدل ممکن نہ ہو سکے گا اس لئے سوچ سمجھ کر بیان دو۔" آپ نے فرمایا "میں مکمل ہوش میں ہوں۔ جو کچھ میں نے کیا، خوب سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ میرا ایک ایک حرف صداقت پر مبنی ہے میں نے حوالدار صاحب سے بھی اس کے گستاخانہ رویے کی شکایت کی تھی لیکن کوئی مثبت جواب نہ ملا اس کے بعد میرے سامنے صرف دو راستے تھے کہ دولتِ ایمان سے محروم ہو کر بے غیرتی اور بزدلی کی زندگی قبول کر لیتا یا کوئی عملی قدم اٹھاتا۔ میں نے بالآخر دوسری صورت قبول کی۔ میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں۔ رسولِ پاک (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اگر راضی ہو جائیں اور تمام دنیا بگڑ بیٹھے تو مجھے کیا غم؟ مجھے اپنے کیے پر مطلق کوئی پچھتاوا نہیں البتہ اپنے مقدر پر نازاں ضرور ہوں۔ طبی معائنے کے دوران ایک مسلمان ڈاکٹر نے بھی اُن سے کہا کہ آپ پہلے والا بیان نہ دہرائیں تو غازی ممدوح بولے "ڈاکٹر صاحب آپ کا خیال ہو گا کہ اگر میں بیان تبدیل کر لوں تو میری جان بچ جائے گی لیکن میں ایسا نہیں کرنا چاہتا ایک جان تو کیا اگر میری ہزار جانیں ہوتیں تو بھی میں اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت پر قربان کر دیتا۔" مقدمہ پریوی کونسل تک پہنچا آپ کی عین آرزو کے مطابق اپیل ہر جگہ سے خارج ہوتی رہی۔

غازی میاں محمدؒ کی شہادت کا دن قریب آ چکا تھا۔ کوائف کی خانہ پری کے لیے ضابطے کے مطابق ۸ راپریل ۱۹۳۸ء کو اُن کا وزن کیا گیا جو ۱۳۸ پونڈ ہوا۔ جب آپ مقدمہ میں گرفتار ہوئے تو جون/جولائی ۱۹۳۷ء میں غازی صاحب کا وزن ۱۳۶ پونڈ تھا۔ گویا دورانِ اسیری اس جانباز پروانے کے وزن میں دو پونڈ کا مزید اضافہ ہوا۔ ڈاکٹر

اس خلافِ قیاس حقیقت پر حیران ہیں اور طبیب خاموش۔ وزن کا بڑھ جانا غم کی علامت نہیں خوشی کا ثبوت اور بے فکری و اطمینان کا سبب ہے۔ جب موت آنکھوں کے سامنے ناچ رہی ہو تو سامان مسرت کہاں سے آتے۔ پھانسی کا دن مقرر ہونے پر نگاہوں میں چمک اور ہونٹوں پر مسکراہٹ کیسی؟ اس صورتحال سے دوچار ہو کر تو چار سُو سے مایوسیاں، پریشانیاں، اداسیاں اور تاریکیاں گھیر لیتی ہیں۔ ایسے میں انسان مرنے سے پہلے کئی بار مر جاتا ہے۔ صحت کا روز افزوں ہونا تو کجا چہرے سے سُرخی بھی اُڑ جاتی ہے۔ کنجِ اسارت میں وزن کا بڑھ جانا ایک راز ہے، اسے فلاسفر سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی حکیم و طبیب۔ یہ نکتہ فقط سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم) کے دیوانے پا سکتے ہیں۔ اس کا تعلق دل کی دنیا سے ہے۔ دلِ مطمئن ہو تو صحرا کے سناٹے بھی گیت معلوم ہوتے ہیں۔ اگر یہ گھر ہی اُجڑ جائے تو شہروں میں بھی تنہا ویرانوں کے سوا کچھ نہیں۔ جن پلکوں پر جلووں نے آشیانے بنا رکھے ہوں، وہ گلاب کی پنکھڑی میں بھی پورا چمن دیکھ لیتی ہیں۔ بات خلوت یا جلوت کی ہے، نہ ہی قید و آزادی کی۔ طالب حب اور جہاں بھی مطلوب اور محبوب کو پا لے، بات بن جاتی ہے۔——

غازی میاں محمد صاحبؒ کی امیدیں بر آنے کا وقت مقرر ہو چکا۔ انتظار کے جاں لیوا لمحات گزر چکے تھے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس مقدمے میں جتنی بار اور جہاں بھی اپیل کی گئی یہ غازی صاحبؒ کی مرضی کے بالکل خلاف تھی۔ ہر بار اُن کا یہی اصرار ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سعادت نصیب کی ہے آپ مجھ کو اس سے کیوں محروم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے والدین سے یہی عرض کرتے کہ یہ بات آپ کے لیے خوشی کا باعث ہونی چاہیئے کہ آپ کا بیٹا ناموسِ مصطفےٰ (علیہ التحیۃ والثناء) پر فدا ہو رہا ہے۔ غالباً آپ کے اِسی جذبے کا اثر تھا کہ ہر جگہ سے اپیلیں خارج ہوتی گئیں۔ آخری اپیل مسترد ہونے کی خبر ملنے پر آپ کے والدین اور چھوٹا بھائی مدراس پہنچ چکے تھے۔

پہلے دن غازی میاں محمد صاحبؒ کی والدہ مکرمہ آپ سے ملنے گئیں تو اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکیں آخر ماں تھیں ..... آج اُن کا بیٹا اپنے گلے میں پھولوں کا ہار پہنے دستِ شفقت کا طالب تھا گویا لختِ جگر کہہ رہا ہو، ماں! میں سُوئے دار جا رہا ہوں مجھے اپنے کانپتے ہوئے ہونٹوں سے خدا حافظ کہہ دو! بہر حال غازی موصوفؒ نے اپنی والدہ صاحبہ سے عرض کی "ماں میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس سے آپ کو شرمندگی یا ندامت ہو بلکہ میں نے جو کچھ کیا ہے اس پر آپ کو خوش ہونا چاہیئے میں چاہتا ہوں کہ جب مجھ سے ملنے آئیں تو رویا نہ کریں" ـــــ غازی صاحبؒ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت و ناموس پر قربان ہو جانے ہی کو مقصدِ حیات سمجھتے تھے۔ غازی میاں محمد شہیدؒ نے شہادت سے صرف چار یوم پہلے یعنی ۷،۸ اپریل کو ایک خط برادرِ اصغر ملک نور محمد کے نام اپنے ہاتھوں سے لکھا اور یہ خوش قسمتی سے تاحال محفوظ ہے۔ چار فل سکیپ صفحوں پر مشتمل یہ طویل خط اپنے اندر محبت و عشق، سوز و ساز، شوق و ولولہ اور پاکیزہ جذبات کی ایک دنیا سموئے ہوئے ہے۔

میرے خیال میں اگر اُن کی زندگی کے دیگر تفصیلی حالات و واقعات دستیاب نہ بھی ہوتے تو صرف یہ خط ہی اُن کے جذبۂ قربانی کے اظہار کے لیے کافی تھا۔ سرفروشی کا یہ اشتیاق اپنی قوم کا ورثہ ہے جو مدت ہوئی ہم سے چھن گیا آج پھر اس کا تذکرہ مقصود ہے کہ شاید کسی کی رگِ حمیت پھڑک اٹھے۔ غازی میاں محمد صاحبؒ نے دائیں کونے پر مقام اور تاریخ لکھنے کے بعد اپنے برادرِ حقیقی کو یوں مخاطب کیا ـــــ "برادرم جان میرے پیارے بھائی نور محمد سلامت باشد..... بھائی جان عرض یہ ہے کہ ابھی تک کوئی تاریخ بندہ کی قربانی کی مقرر نہیں ہوئی۔ لیکن امید ہے کہ شاید کل تک کوئی تاریخ مقرر ہو جائے..... بھائی جان اگر آپ کے دل میں یہ شک ہے تو اس شک کو دور کر دینا، بھائی جان میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ بندہ کا دل اس قدر خوش ہے کہ جس خوشی کا حساب اور دوسرا آدمی کوئی نہیں کر سکتا۔ میری دلی آرزو یہی تھی جو کہ میرے خداوند کریم نے پوری کر دی.....

اور آپ بھی بندہ کی بخشش کے لیے دعا کرنا کہ خداوند کریم آپ کے بھائی کی قربانی کو منظور کرے..... سب سے پیاری چیز خدا کے نام پر دینی چاہیئے میں آپ کا اگر بہت پیارا تھا تو آپ یہ کہیں کہ ہم نے خدا کے نام پر اپنا پیارا بھائی قربان کر دیا ہے..... بھائی جان یہ تمہارے بھائی کا آخری خط ہے اس کے بعد آپ کی طرف خط نہیں لکھ سکتا..... آخری سلام آپ کو قبول ہو"

پھانسی کے جملہ انتظامات کا جائزہ لینے ۲/۱۰ بلوچ رجمنٹ کا ایک افسر کراچی سے مدراس آیا۔ افسر مذکورہ اور یونٹ کے ایک اعلیٰ عہدیدار حضرت قبلہ غازی صاحبؒ کے پاس گئے اور اُن کو بتایا کہ فلاں تاریخ کو آپ شہید کر دیئے جائیں گے... بالآخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور وقتِ شہادت قریب آیا۔ جب انچارج دستہ وہاں پہنچا جہاں غازی صاحبؒ قیام پذیر تھے تو آپ تعظیماً کھڑے ہو گئے اور آپ نے والد صاحب کو کچھ اشیاء دے کر فرمایا کہ یہ فلاں فلاں کو دے دیں۔ اس وقت بھی اُن کا حوصلہ قابلِ دید تھا۔ ۱۲ اپریل کی رات آپ مدراس کی سول جیل میں لے جائے گئے۔ شہادت گاہ تک غازی صاحبؒ کی سواری کے لیے ایک فوجی ٹرک کا انتظام کیا گیا تھا۔ ٹرک میں انگریز اور انڈین آفیسر بنچوں میں بیٹھ گئے جبکہ غازی صاحب درمیان میں رکھی گئی ایک کرسی پر تشریف فرما تھے اس قافلے میں چھ باڈی گارڈ تھے ان کا انچارج کیپٹن نظام خان کو مقرر کیا گیا تھا۔ وہ اس واقعے کے عینی شاہد ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ۱۱/۱۲ اپریل کی درمیانی رات جیل کی کوٹھری میں غازی میاں محمد صاحبؒ اپنے والد اور پلٹن کے مولوی صاحب کے ساتھ شب بھر تلاوتِ قرآنِ حکیم میں مصروف رہے۔ فجر کے وقت آپ نے غسل فرمایا۔ سفید لباس زیبِ تن کیا نمازِ فجر ادا کی سر پر کلاہ باندھ کے اپنی پگڑی والد صاحب کے سپرد کی۔ سرکاری طور پر غازی صاحبؒ کا ایک فوٹو لیا گیا..... مقررہ وقت پر بتایا گیا کہ اب قربانی کا وقت ہو گیا ہے تو غازی صاحبؒ پہلے والد بزرگوار سے بغلگیر ہوئے پھر مولوی صاحب سے گلے ملے۔ غازی صاحب بڑی

شان و شوکت اور کرّ و فر سے تختہ دار پر جا کھڑے ہوئے۔ نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ ایک بار مدینہ منورہ کی طرف چہرہ اٹھا کے دیکھا اور بڑی عقیدت سے سر جھکا لیا..... تھوڑی دیر بعد تختہ کھینچ دیا گیا۔ آپ کے چہرے سے نور برستا تھا اور ماحول خوشبو سے معطر ہو گیا۔ بروز منگل ۱۰ صفر المظفر ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء صبح ٹھیک پانچ بج کر پینتالیس منٹ پر ہندوستان کا یہ خوش قسمت مے کش طیبہ کے بادہ خانے میں اپنے ساقی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے قدموں میں بیٹھا جام پر جام لنڈھا رہا تھا۔ ہشاش بشاش چہرہ۔ موت کے آثار تک عیاں نہ تھے۔ آپ تختہ دار پر نہ تڑپے، نہ گردن لٹکی۔ ہاں بائیں آنکھ ذرا سی کھلی تھی جانے کیوں؟...... ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹر بھی آپ کی شہادت کی تصدیق کر چکا تھا۔ نعش ورثا کے حوالے کر دی گئی۔ شہادت کے وقت کھلتی ہوئی سفید رنگت والے خوبصورت جوان غازی میاں محمد شہید علیہ الرحمہ کی عمر صرف تیئس ۲۳ برس تھی۔

مدراس (بھارت) سنٹرل ریلوے سٹیشن سے تین میل دور واقع ایک بڑے قبرستان میں معروف ولی اللہ پیر حضرت دستگیر ساویؒ کے مقبرہ اور مسجد کے درمیان مقبرہ کے ساتھ بائیں جانب سطح زمین سے کافی اونچے چبوترہ پر ایک قبر کے ساتھ نصب شدہ پتھر پر قرآن پاک کی ایک آیت کے ساتھ یہ لکھا ہے۔ "قطعہ شہادت میاں محمد صاحب مرحوم سابق سپاہی ۳/۱۰ بلوچ رجمنٹ فرزند غلام محمد صوبیدار بمقام تلہ گنگ ضلع کیمبلپور (پنجاب)"—— مدراس سے وہاں کے ایک مسلمان پولیس افسر خان عبدالرحمن خان (ریٹائرڈ، ڈی آئی جی) نے اپنے ایک کتوب میں شہید رسالت کے والد گرامی کو لکھا: "ہزاروں لوگ قبلہ شہید علیہ الرحمہ کے مزار ہ فاتحہ خوانی کے لیے حاضری دیتے ہیں خصوصاً جمعرات کے دن یہ سلسلہ متواتر چل رہا ہے۔ ائرین جوشِ عقیدت سے کھنچے چلے آتے ہیں اور اپنے دلوں کو نورِ ایمان سے بھرتے ہیں۔ ں نے خود سنا ہے کہ بعض اوقات رات کو غازی صاحبؒ کے مزار سے تلاوتِ کلام پاک کی آواز تی ہے۔"

شہید موصوف، حضرت غازی میاں محمد علیہ الرحمہ ۱۹۱۵ء میں صوبیدار غلام محمد کے گھر تلہ گنگ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نسبتی تعلق اعوان برادری سے تھا۔ آپ نے ساتویں جماعت تک آبائی قصبے ہی میں تعلیم حاصل کی۔ چند برس مختلف مشاغل اختیار کیے رکھے۔ بالآخر والدِ محترم کے مشورے پر ۲ جنوری ۱۹۳۵ء کو بلوچ رجمنٹ میں سپاہی بھرتی ہو گئے۔ ابتدائی ٹریننگ کراچی میں حاصل کرنے کے بعد اسی سال اکتوبر میں مدراس بھیج دیے گئے۔ وہاں کی چھاؤنی جو سینٹ تھامس ماؤنٹ کے نام سے مشہور تھی کے مقام پر بلوچ رجمنٹ نمبر ۳/۱۰ جس کا پرانا نمبر ۱۲۷ ہے، میں جا شامل ہوئے اور اسی جگہ بابِ وفا رقم کیا۔

غازی صاحب قد کاٹھ اور خدوخال کے بھی بڑے دلکش تھے۔ آپ کا رنگ کسی حد تک گندمی تھا مگر سرخی و سپیدی میں ڈوبا ہوا تھا دیکھنے سے دل کو تسکین ملتی تھی اور نگاہوں کو بصارت، ہونٹ باریک اور حسنِ گل سے مشابہ تھے۔ چہرہ دستِ مصور کا شاہکار معلوم ہوتا۔ بھویں گھنی تھیں اور ناک معیارِ حسن کے عین مطابق۔ گردن تراشے ہوئے پتھر کی مانند گول اور گوشت سے بھری ہوئی تھی۔ پیشانی چوڑائی میں زیادہ مگر لمبائی میں خاصی کم۔ آنکھوں میں چمک رہتی جن پر جامِ بلوریں کا گمان ہوتا۔ جسم تنومند، ہاتھوں میں مضبوطی جو بھرپور جوانی کا اظہار کرتی۔ پتلیاں سیاہ دراز اور زاویۂ چشم رنگِ تغزل کا عکس لیے ہوتے۔ ریش مبارک پتلی، بال چھوٹے چھوٹے اور خط ہمہ وقت بنا رہتا۔ مونچھوں میں ایک خاص ادا تھی جس سے مردانہ وجاہت ٹپکتی البتہ اُن کی لمبائی کسی حد تک زیادہ معلوم ہوتی اور بالوں کے سرے اوپر کو مڑے ہوتے تھے ماتھے پر چند ابھری لکیریں جیسے کتاب کا کوئی دیباچہ۔

نوٹ: یہ مضمون برادرِ محترم، رائے محمد کمال صاحب کی تصنیف "غازی میاں محمد شہیدؒ" (شہیدانِ رسالت سیریز کا سلسلہ نمبر ۲) کے اقتباسات سے ترتیب دیا گیا ہے۔

تلہ گنگ کا غازی ۔ میاں محمدؒ شہید

یہ قصرِ کفر و ضلالت آخر کو اب تنزلزل میں آگیا جو
میاں محمدؒ نے قتل شاید کیا چرن داس ڈوگرے کو
رسولِ اکرمؐ کی شانِ اقدس میں کی تھی گستاخی اُس شقی نے
جو اُس کا واحد علاج ممکن تھا، کر دیا عاشقِ نبیؐ نے
وہ پہلی گولی سے مر گیا تھا، پہ اس نے تو اور بھی چلائیں
پھر اُس کے مُردہ خبیث لاشے پہ ضربیں سنگین کی لگائیں
کیا جہنم رسید اُس کو، غرور توڑا خباثتوں کا
ہُوا ہے بُنیاد ایک جذبہ ہمیشہ ایسی سعادتوں کا
سعادت آثار و جاں سپار و دلیر، مشغولِ حُبِّ احمدؐ
ہمارے آقاؐ کا پیارا بندہ، ہمارا محسن میاں محمدؒ
یہ استقامت کا ہے ہمالہ، جوان جو بائیس سال کا ہے
کہ فاتحِ موت و زندگی ہے جو فتح بیگم کا لاڈلا ہے
محبتوں کے جِلو میں اس نے شقاوتوں کے نگر کو لوٹا
کہ اس کے چھوڑے ہوئے مزائل سے شاتمیت کا قلعہ ٹوٹا
جوان تلہ گنگ کا، جیالا وہ میرے آبائی ضلع کا ہے
نشاں وہ چکوال کی شہامت کا اور غیرت کا بن گیا ہے
جہاں کبھی اُٹھا ہے فتنہ ایسا، کوئی تو اُٹھا اسے دبانے
نبیؐ کی حرمت کا جھنڈا اونچا ہمیشہ رکھا مرے خدا نے

راجا رشید محمود؛

غازی میاں محمدؒ شہید کا آخری خط

اپنے بھائی ملک نور محمد کے نام

غازی میاں محمد شہیدؒ نے شہادت سے صرف چار یوم قبل یعنی ۷ راپریل ۱۹۳۸ء کو ایک خط اپنے بھائی ملک نور محمد صاحب کے نام اپنے ہاتھوں سے لکھا۔ اور خوش قسمتی سے تا حال محفوظ ہے۔ چار فل سکیپ صفحوں پر مشتمل یہ طویل خط اپنے اندر محبت و عشق، سوز و ساز، شوق و ولولہ اور پاکیزہ جذبات کی ایک دنیا سموئے ہوئے ہے۔

چونکہ بول چال میں تلہ گنگ کا لب و لہجہ پشتو زبان اور کسی حد تک پوٹھواری تہذیب سے متاثر ہے۔ اس لیے تذکیر و تانیث کا کوئی خاص خیال نہیں رکھا گیا۔ بنا بریں بعض جگہ فقرہ بندی اور الفاظ کی ترکیب بھی کھٹکتی ہے لیکن اصولِ گرامر اور اندازِ تحریر کی روائتی پابندیوں سے ہٹ کر مناسب یہی ہے کہ اسے من و عن رقم کیا جائے تاکہ بلا واسطہ دل کی دنیا پر اثر انداز ہو۔ اور کسی تبدیلی سے تاریخ اسلام کا یہ گرانقدر سرمایہ گڈ مڈ نہ ہو جائے۔

تاہم بعض جگہ مطالعے کی آسانی کے لیے بریکٹ میں وضاحت کی گئی ہے غازی میاں محمد صاحب نے دائیں کونے پر جائے مقام اور بائیں طرف تاریخ لکھنے کے بعد اپنے برادرِ حقیقی کو یوں مخاطب کیا ہے۔

"برادرم جان میرے پیارے بھائی نور محمد سلامت باشد

از طرف آپکا تابعدار، خاکسار، چند گھڑیوں کا مہمان میاں محمد

بعد السلام علیکم کے واضح ہو کہ یہاں پہ خیریت ہے اور خیریت آپ کی خداوند کریم سے ہمیشہ نیک احوال چاہتا ہوں۔ میرے پیارے بھائی عرض یہ ہے کہ آپ تمام حال سن ہی چکے ہوں گے۔ کل مورخہ ۶ راپریل ۳۸ ۱۹ء کو دہلی سے ایک خط جو کہ جناب والد صاحب کے نام پہ آیا ہے۔ اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ لنڈن سے خبر آئی ہے کہ تمھاری اپیل نامنظور ہو گئی ہے اور میاں محمد کو سزائے موت کی سزا ہے۔ جس کی بابت میں سزا کی تاریخ ادھر مدراس میں ایک گورا پلٹن کا کمانڈنگ افسر تاریخ مقرر کرے گا۔ بھائی صاحب عرض یہ ہے کہ جو چٹھی والد صاحب کو ملا ہے اس میں انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس قسم کی ایک چٹھی ہم نے تمھارے گھر کے پتہ پہ بھی روانہ کر دی ہے۔ بھائی جان عرض یہ ہے کہ ابھی تک کوئی تاریخ بندہ کی قربانی کو نہیں مقرر ہوئی۔ لیکن امید ہے کہ شاید کل تک کوئی تاریخ مقرر ہو جاوے۔ اگر زیادہ انھوں نے عرصہ لکھا تو ۳ دن کی میعاد رکھیں گے۔ خیر کچھ بھی ہو خداوند کریم کی ذات بہتر جانتی ہے۔

بھائی جان! آپ کی برادرانہ محبت نے مجبور کیا ہے کہ چل آخری دفعہ اپنے پیارے بھائی کی طرف ایک خط عرض کرو۔ اور چند باتیں بطور نصیحت کے عرض کروں۔ جن پہ آپ کو ضرور عمل کرنا ہوگا۔ ان کو بالکل اچھی طرح پڑھ لینا اور یہ خط اپنے بھائی کی یادگار کے طور پہ اپنے پاس رکھنا۔

بھائی جان! ذرا غور سے پڑھنا۔ میرے پیارے بھائی بندہ کو بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ کے دل پہ اپنے بھائی سے جدا ہونے کا کس قدر غم ہو گا۔ پھر جدائی بھی وہ کہ آخری دفعہ بھائیوں کی ملاقات بھی نہ ہو۔ یہ سب کچھ خداوند کریم کی شان ہے۔ آپ خداوند کریم کی رضا پہ راضی رہنا اور ہر حالت میں صبر کرنا۔ اور

خداوند کریم کا ہزار ہزار شکریہ ادا کرنا۔ آپ اپنے دل کے غم کو دل کے اندر ہی رکھنا باقی لوگو (لوگوں) پر آپ کا غم نہ ظاہر ہو۔

بھائی جان! آپ لوگ صبر کرنا اور خبردار زبان پہ شکایت کا حرف نہ آنے پائے۔ بھائی جان آپ پر یہ سخت نازک وقت ہے۔ کہ والدین بھی گھر میں نہیں ہیں۔ لیکن ہمت اور استقلال سے کام لینا۔ اور ادھر جناب والد صاحب اور والدہ صاحبہ بالکل حوصلہ سے ہیں۔ بھائی جان بندہ اس بات کو کہنے پہ باآواز بلند کہنے پہ تیار ہے کہ جناب والد صاحب کا جس قدر دل اور حوصلہ ہے دنیا میں بہت کم آدمی کا حوصلہ ایسا ہو گا۔ اور خداوند کریم ان کو انشاء اللہ اس صبر کا اجر دے گا۔ آمین۔ ثم آمین۔ اور شاید آپ کے دل میں یہ خیال ہو گا کہ شاید میاں محمد بھی گھابر (گھبرا) گیا ہو گا۔

بھائی جان! اگر آپ کے دل میں یہ شک ہے تو اس شک کو دور کر دینا۔ بھائی جان میں قسم کر (کھا) کے کہتا ہوں کہ بندہ کا دل اس قدر خوش ہے کہ جس خوشی کا حساب اور دوسرا آدمی کوئی نہیں کر سکتا۔ میری دلی آرزو یہی تھی جو کہ میرے خداوند کریم نے پوری کر دی۔ میں گناہ کے سمندر میں غرق تھا کہ میرے مالک نے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے۔ اور میری بخشش کا ایک سہارا بنا دیا۔ اور اس مالک کی اس مہربانی کا ہزار ہزار شکریہ۔ اور بھائی جان آپ گھر میں سب کو تسلّی دینا اور خود بھی تسلّی (مطمئن) رہنا۔ بندہ کی پھوپھی صاحبہ کو بھی تسلّی دینا اور آپ کو اس بات کی سخت تاکید کرتا ہوں کہ آپ خود بھی اور گھر کے آدمی بھی یعنی بندہ کی ہمشیرہ صاحبہ اور بندہ کی عیال اور بھائی جان فتح محمد۔ بھائی صاحب محمد خاں ان کو بالکل نہیں رونے دینا اور دوسرے آدمی جو کہ آپ کے پاس افسوس کرنے آویں گے۔ تمام مرد اور عورتوں کو نہیں

روتے دینا۔ اور ان کو روکنا اور ان کو بتا دینا کہ میرے بھائی نے لکھا ہے کہ مجھ کو کوئی آدمی نہیں روئے گا۔ اور بندہ کی طرف سے بندہ کی عیال (بیوی) کو واضح ہو کہ میں آپ پر نہایت خوش اور راضی ہوں۔ اور دل وجان سے دعاگو ہو (رہوں) کہ خداوندکریم نے جس طرح تم کو ابھی تک میرے والدین کا فرمانبردار رکھا ہے۔ آئندہ بھی اسی طرح قائم رکھے اور میں حد سے زیادہ خوش ہوں کیونکہ تُو نے میرے والدین کی بہت اچھی طرح خدمت کی ہے۔ میں تم پر بہت ہی راضی ہوں اور تم نے کوئی ایسی غلطی نہیں کی جس کو (پر) کہ ابھی تم کو معافی کا خواستگار ہونا پڑھتا (پڑے) لیکن پھر بھی انسان غلطی کرتا ہے۔ اگر تمہارے سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو میں نے خدا واسطے تم کو بخش دی۔ اور اپنا خداوندکریم تم پر راضی ہوں (ہو) اور میں ہاتھ باندھ کر آپ سے معافی مانگتا ہوں۔ اگر میرے اوپر کسی قسم کی ناراضگی ہو تو خدا واسطے مجھ خطا وار کو میری خطا بخش دینا اور بندہ کو والدین کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ بہت غمزدہ رہتی ہیں۔ لیکن آپ بالکل حوصلہ رکھنا اور جہاں تک ہو سکے صبر کرنا۔ جب خداوندکریم کو یہ منظور ہے تو پھر اس کے حکم کو کون روک سکتا ہے۔ اور بندہ نے جناب والد صاحب کو آپ کے بارے میں سب باتیں عرض کر دی ہیں۔ جو کہ آپ کو گھر آنے پر بتا دیویں گے اگر آپ نے ان باتوں پر عمل کیا اور آپ اپنے ماموں صاحب کے کہنے پر چلی (چلیں) تو آپ کو انشاء اللہ کسی قسم کی تکلیف نہیں ہو گی۔ اور اپنے غریب اور مسکین ماموں کا خیال کرنا اور تمہارے آگے میں ہاتھ باندھ کر عرض کرتا ہوں اور خدا کا واسطہ ڈالتا ہوں کہ اپنے مسکین ماموں صاحب یعنی بندہ کے والد صاحب کی عزت کا خیال رکھنا اور ان کے کہنے پر عمل کرنا۔ اور آپ بجائے رونے دھونے کے اپنے رب کو یاد کرنا۔ نماز پڑھنا۔ اپنے رب کی

بندگی کرنا اور بندہ کی بخشش کے لیے دعا فرماتا۔ آپ مہربانی سے تسلی رکھنا ابھی خط بند کرتا ہوں۔ میری باتوں کا ذرا خیال رکھنا

بھائی جان! بندہ کی ہمشیرہ صاحبہ کو بھی بندہ کی طرف سے واضح ہو کہ بالکل حوصلہ اور تسلی سے کام لینا اور رونے دھونے کی بجائے اپنی نماز ادا کرنا اور اپنے رب کی بندگی کرنا اور میرے لیے بھی دعا کرنا اور آپ کو بیشک بھائی کا بہت افسوس ہو گا لیکن خداوندکریم (سے) کسی کا زور نہیں چل سکتا اس کی رضا پر راضی رہنا چاہیئے۔ بندہ کو بھی اس بات کا افسوس ہے کہ آخری وقت بہن بھائی کی ملاقات بھی نہ ہوئی لیکن میری پیاری ہمشیرہ جب ہمارے خداوندکریم کو یہی منظور تھا تو کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ اور خود بھی حوصلہ رکھنا اور اپنے چھوٹے بھائی فتح محمد کو بھی تسلی دینا۔ اور آپ اپنی ہمشیرہ "نیرکاں" کو بھی تسلی دینا۔ پھوپھی صاحبہ کو اور جو کوئی آدمی روئے اس کو رونے سے منع کرنا کہ میرے بھائی کو مت روؤ۔ اور بالکل صبر کرنا۔ اور صبر سے کام لینا سوائے صبر کے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اور آپ کو شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ آپ کا بھائی اپنے سچے اسلام کی خاطر قربان ہو گا۔

بھائی جان! غرض یہ ہے کہ بندہ کو یہ بات کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے کہ میں بار بار لکھتا ہوں کہ صبر کرنا۔ بھلا یہ بھی کیا بات ہے کہ بھائی جدا ہونے لگے ہوں۔ جدائی بھی وہ کہ عمر بھر، زندگی بھر کی جدائی اور وہ جدائی کہ آخری ملاقات بھی نہ ہو۔ اور دنیا میں بھائی ایک عجیب چیز ہوتی ہے۔ انھیں جدائی کا بیشک افسوس ہوتا ہے لیکن میرا یہ عین فرض تھا کہ میں آپ کو صبر کرنے اور حوصلہ رکھنے کے لیے عرض کرتا۔ دراصل اگر خیال کیا جائے تو یہ دنیا کی زندگی کچھ بھی نہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دنیا کچھ بھی نہیں ہے

صرف فریب اور دھوکھا (دھوکا) ہے اور دنیا کے لالچ میں اس (میں) پھنس
کر اندھا ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر صاف نذر (نظر) اور غور سے دیکھا جاوے
تو یہ دنیا کچھ چیز نہیں۔

آہ! خداوند کریم نے اپنے پیارے محبوب کی خاطر ۲(دو) جہان بنائے
تھے اور جن کی خاطر ۲(دو) جہان بنے جب وہ بھی اس دنیا سے چلے گئے تو
بھائی جان اور کون حستی (ہستی) دنیا میں رہے گی۔ اُن کے نام پر آپنی
جان قربان کر دو۔ اور گھر بار ان پر فدا کر دو۔ میں گناہ گار بدکار تو کچھ چیز
بھی نہیں۔ ان کے غلاموں کی جوتیوں کے (کی) خاک کے برابر بھی نہیں۔ اگر
وہ خاک بھی ہوں تو بھی کچھ ہستی ہو۔ لیکن میں ناچیز تو آپ کے غلاموں کی
جوتیوں کی خاک جتنا قدر بھی نہیں رکھتا۔ ذرا آپ اور خیال کرنا کہ رسولِ
خداؐ کے پیارے امام حسینؓ پر کیا وقت گزرا ہے۔

آہ۔ آہ۔ بھائی جان جس دن کی دنیا بنی ہے بڑے دکھ اور بڑی بڑی
تکلیفیں آدمیوں نے اور خاص کر پیغمبر علیہ السلام نے بڑی بڑی تکلیفیں
اٹھائی ہیں۔ لیکن امام حسینؓ جتنا صبر کرنا۔

آہ۔ آہ۔ وہ صبر جس کی مثل دنیا میں نہیں ملتی اور نہ ملے گی۔ بھائی
جان اُن کے برابر تو کوئی صبر نہیں کر سکتا۔ کسی کا جگر ہی نہیں کہ اس موافق
تکلیف اٹھا کر اس طرح صبر کرے۔ لیکن یہ مثال آپ کے سامنے ہے اور آپکو
اس بات کا افسوس نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ خداوند کریم نے یہ تو اپنی مہربانی
کی ہے کہ بندہ پر ایسی مہربانی کی ہے۔ آپ کو اس بات سے (پر) مالک کا
شکریہ ادا کرنا چاہیئے کیونکہ شکر ہے خداوند کریم کا کہ بندہ سے آخری
وقت کوئی ایسا کام نہیں ہو گیا جس سے دنیا میں اور آخرت میں بھی بندہ کو

شرمسار اور سزاوار ہونا پڑتا۔ اور اس کے بعد آپ لوگوں کو بھی بدنامی ہوتی
بھائی جان یہ تو مالک نے اپنی رحمت کی ہے اور مہربانی کی ہے۔ بندہ تو
ہزار ہزار شکریہ ادا کرتا ہے اور ہر وقت آپ کے (لیے) دعا گو ہوں اور
اپنی (اپنے) آخری لمحہ تک بندہ کے دل میں رہے گی۔ اور آپ ابھی بندہ
کی بخشش کے لیے دعا کرنا۔ اور دعا کرنا کہ خداوند کریم آپ کے بھائی
کی قربانی کو منظور کرے۔ آمین۔ ثم آمین۔

سب سے پیاری چیز خدا کے نام پر دینی چاہیئے۔ میں آپ کا اگر بہت
پیارا تھا تو آپ یہ کہیں کہ ہم نے خدا کے نام پر اپنا بھائی قربان کر دیا ہے۔
آخری میری آرزو یہی ہے کہ صبر کرنا اور دل کو قابو میں رکھنا۔ اور شکایت کا
حرف لب پر نہ آنے دینا۔ اور رب کی رضا پر رہنا اور امید ہے اس فیصلہ کے
بعد والدین گھر جلدی ہی روانہ ہو جاویں گے۔ لیکن آپ کو روانہ ہونے سے
پہلے ضرور اطلاع دے دیں گے اور آپ کو تاکید ہے کہ آپ اپنے چچا صاحب
کے ساتھ سلوک سے رہنا۔ اور ان کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھنا۔ ہمارے
چچا صاحب باقی دنیا کے دوسرے لوگوں کے چچا کی طرح نہیں ہیں۔ آپ
کو سب کچھ حرف بحرف معلوم ہے جو کچھ چچا صاحب نے ہمارے ساتھ کیا
ہے اس زمانے میں کوئی نہیں کرتا۔ آپ پھر ان باتوں کا خیال رکھنا۔ باقی آپ اپنی
برادری کے ساتھ بھی بامکمل سلوک سے رہنا اور تمام برادری جب آپ کے گھر میں
آوے تو میری طرف سے ہاتھ باندھ کر عرض کر دینا کہ مجھ ناچیز پر اگر کسی کو
کوئی ناراضگی ہو تو ابھی برائے خدا معاف کر دینا اور سب کو بندہ کی طرف سے
سلام دینا اور چچی صاحبہ اور عزیزم کے ساتھ اور اپنی پھوپھی صاحبہ سے
سلوک سے رہنا اور پھوپھی صاحبہ سے بھی بندہ کی طرف سے معافی مانگنا اور

ان کو بھی حوصلہ دینا۔ بھائی جان یہ اپنے (تمھارے) بھائی کا آخری خط ہے۔ اس کے بعد آپ کی طرف خط نہیں لکھ سکتا۔ اور جناب والد صاحب اور والدہ صاحبہ اور عزیزم عطاء محمد خیریت سے ہیں اور بڑے صبر میں ہیں آپ ان کی کچھ فکر نہ کریں اور جناب والد صاحب کی طرف سے اور والدہ صاحبہ کی طرف سے آپ بھائی صاحب فتح محمد. بھائی صاحب محمد خاں، خدیجہ، نیکاں کو پیار قبول ہو اور بھائی صاحب عطاء محمد کی طرف سے بھی آپ کو السّلام علیکم اور خدیجہ و نیکاں کو پچھنا (پوچھنا مراد عیادت) قبول ہو۔ اور بندہ کی طرف سے بندہ کی ہمشیرہ صاحبہ اور بندہ کے عیال اور پھوپھی صاحبہ کو بندہ کی طرف سے آخری اور ہاتھ باندھ کر پوچھنا قبول ہو۔ بندہ کی طرف سے آپ کو اور بھائی صاحب فتح محمد اور بھائی صاحب محمد خاں کو بابا صاحب محمد یار، بابا صاحب بہادر خاں، چچا صاحب احمد خاں، بھائی صاحب گاجی خاں، بھائی صاحب اولیا خاں۔ نور خاں۔ غلام محمد۔ لعل خاں کمال خاں۔ سردار خاں۔ ماچھی خاں، حاجی صاحب۔ حاجی صاحب غلام یٰسین۔ سراج دین۔ صاحب دین۔ محمد یوسف۔ محمد دین۔ خان بہادر۔ مہر خاں، احمد خاں حیدر خاں۔ فتح خاں۔ ابھی آپ ہی بتا دیں کس کس کے نام لکھوں۔ تمام جو کوئی بندہ کو پوچھے سب کو بندہ کا آخری اسلام علیکم قبول ہو۔ آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ اگر بندہ ناچیز پر کوئی ناراضگی ہو تو معاف فرمانا۔ اور آپ میرے بعد اپنی ہمشیرہ صاحبہ کا خیال رکھنا۔ اپنی ہمشیرہ کو ہر طرح سے راضی رکھنے کی کوشش کرنا۔

اچھا خدا حافظ

حلقۂ درودِ پاک

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں ہدیۂ درود و سلام پیش کرنے کی اہمیت پر گفتگو کی تو کوئی ضرورت ہی نہیں کہ یہ خداوندِ کریم جل و علا کا حکم ہے، اس کے بغیر تو نماز نہیں ہوتی، بلکہ نماز کو صلوٰۃ تو کہتے اس لیے ہیں کہ اس میں درود پڑھا جاتا ہے۔ چنانچہ نمازِ پنجگانہ میں اور نمازِ جنازہ میں یہی قدرِ مشترک ہے۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ، درود و سلام کے ترانے جن کی سانسوں میں رچے بسے ہیں۔ جن کے انفاس درود و سلام کی خوشبو سے مہکتے ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ جن لوگوں نے حلقۂ درودِ پاک کا قیام شعار کر لیا، انہیں اس کے فیوض و برکات سے استفادے کی عجیب و غریب صورتیں دکھائی دیں چنانچہ جو فرد ایک بار اس پر عامل ہوا، زندگی بھر عامل رہتا ہے بلکہ چاہتا ہے کہ اس کے برگ و بار سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو۔

سید ممتاز علی رضا (لطیف آباد، حیدر آباد سندھ) اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ ہر جمعہ کو نماز سے فارغ ہو کر درودِ خضری پڑھتے تھے۔ اب انھوں نے ہر پیر کو "یا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیک وسلم نظرِ کرم" بھی پڑھنا شروع کر دیا ہے۔

ماہنامہ "نعت" کے ایجنسی ہولڈر محمد یوسف حضوری ناظم مالیات ادارۂ منہاج القرآن، حافظ آباد کی رہائش گاہ ۲۴۴/۶ صدیق اکبر روڈ، محلہ شریف پورہ پر ہر جمعۃ المبارک کو نمازِ عصر سے مغرب تک حلقۂ درودِ پاک قائم ہوتا ہے۔

نعت لائبریری کے لیے عطیات

١- المحبوب المقبول فی عصمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، از محمد انور رضوی

صاحبزادہ محمد نور المصطفیٰ رضوی صاحب
خانقاہ ڈوگراں

٢- داستانِ غم حصہ اوّل و دوم
از حافظ برکت علی

برکات احمد قادری صاحب
مصری شاہ لاہور

٣- القول السدید (ماہنامہ) لاہور
میلاد نمبر ١٤١١ھ

ادارہ غوثیہ رضویہ
لاہور

٤- شمائل ترمذی
٥- فضائل درود شریف

عبدالمجید صاحب
انڈس پبلشنگ ہاؤس۔ لاہور

٦- روشنی از سید سیف زلفی
٧- گلدستۂ نعت از محمد حنیف اختر

رفیق احمد خاں صاحب
نفیر آباد، نزد شالیمار۔ لاہور

٨- نعتیہ کلام از ساغر صدیقی
٩- چشمۂ کوثر عرف مدحِ پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم۔ از محمد فخرالدین حاذق
١٠- ارمغانِ نور۔ از حاجی نورالحسن چشتی
١١- بُلاوا آ ہی گیا۔ از حافظ افروغ الحسن
١٢- رسول اکرمؐ کی انقلابی سیرت
از مولانا اخلاق حسین قاسمی

شہناز کوثر
ڈپٹی ایڈیٹر
ماہنامہ "نعت" لاہور

١٣- حضورؐ کا جلوہ از بشیر قادری
١٤- گلدستۂ نعتِ رسولؐ
از بشیر قادری
١٥- نعت شانِ رسولؐ از بشیر قادری

سید نیرالاسلام حسنی صاحب
مینیجر اٹلس گروپ آف انڈسٹریز
لاہور

١٦- نورالانوار از صدرالدین صدر جگرانوی
١٧- عید میلاد النبیؐ از محمد اشرف نقشبندی

محمد اسلم صاحب
پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور

١٨- قصیدۂ رسولِ تہامیؐ
از حافظ عبدالغفار حافظ
١٩- نورِ ازل از قصری کانپوری
٢٠- بحضور رحمۃ للعالمینؐ
از سید مبارک علی شاہین
٢١- نعت عرب دا نظارہ از بشیر قادری
٢٢- نعت سلطانِ مدینہ از بشیر قادری

اظہر محمود ایڈیٹر ہفت روزہ اخبار
"ملتان روڈ نیوز" لاہور

٢٣- معراجِ سخن از ڈاکٹر مسعود رضا خاکی
٢٤- صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ راز کاشمیری
٢٥- صلِّ علیٰ از محمد احمد شاد
٢٦- گُلِ چیدہ مرتبہ حفیظ تائب اپریل ١٩٨٣ء
٢٧- ارمغانِ نعت مرتبہ شفیق بریلوی
٢٨- جامِ طہور از صابر براری
٢٩- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعتیں۔ مرتبہ حافظ عبدالستار

راجا رشید محمود
ایڈیٹر "نعت"

نعت سے متعلق مختلف ایوارڈ

ایوانِ نعت رجسٹرڈ نے فیصلہ کیا ہے کہ مجلسِ سخن رجسٹرڈ کے اشتراک سے ہر سال نعت کے مندرجہ ذیل ایوارڈ جاری کیے جائیں:-

۱۔ نعت کے کسی بھی شعبے میں نمایاں کام کرنے والی خاتون کو:

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایوارڈ

۲۔ بہترین مجموعۂ نعت پر:

حضرتِ حسّان رضی اللہ عنہ ایوارڈ

۳۔ نعت کے بارے میں بہترین تحقیق کرنے والے کو:

حضرتِ ابوطالب رضی اللہ عنہ ایوارڈ

۴۔ نعت کے حوالے سے بہترین خطاطی پر:

حضرتِ علی رضی اللہ عنہ ایوارڈ

۵۔ بہترین انتخابِ نعت پر:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ایوارڈ

۶۔ بہترین نعت پر:

علّامہ بُوصیری رحمۃ اللہ علیہ ایوارڈ

۷۔ سیرت کی بہترین کتاب پر:

ابنِ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ ایوارڈ

۸۔ درود و سلام کے موضوع پر سب سے اہم کام کرنے والے کو:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایوارڈ

۹۔ مدینہ طیبہ پر بہترین کتاب یا مقالہ لکھنے والے کو:

شہیدی رحمۃ اللہ علیہ ایوارڈ

۱۰۔ بہترین نعت خواں کو، جو صرف خوشنودیٔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نعت پڑھتا ہو

احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ایوارڈ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات کی تعمیل میں معاشرتی اچھائیوں کے لیے کام کرنے والے کو: **راجا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ ایوارڈ**

● مصنفین / محققین / مؤلفین / شعراء اپنی کتاب کی تین جلدیں ایڈیٹر "نعت" کے نام ارسال کریں ● جو حضرات اپنی کتابیں نہ بھیج سکیں، اپنی
کتابوں کے خبر دری کو اطلاع بھیج دیں، ادارہ خود کتابیں حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ ● ان ایوارڈوں کا کوئی مستحق آپ کی نظر میں ہو تو از راہِ کرم مطلع فرمائیں

ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" اظہر منزل، نیو شالامار کالونی، ملتان روڈ، لاہور

ماہنامہ "نعت" لاہور

۱۹۸۸ء کے خاص نمبر

- جنوری ــــــ حمدِ باری تعالیٰ
- فروری ــــــ نعت کیا ہے
- مارچ ــــــ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ اوّل)
- اپریل ــــــ اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصہ اوّل)
- مئی ــــــ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ دوم)
- جون ــــــ اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصہ دوم)
- جولائی ــــــ نعتِ قدسی
- اگست ــــــ غیر مسلموں کی نعت (حصہ اوّل)
- ستمبر ــــــ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نمبروں کا تعارف (حصہ اوّل)
- اکتوبر ــــــ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ اوّل)
- نومبر ــــــ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ دوم)
- دسمبر ــــــ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ سوم)

ماہنامہ نعت لاہور کے ۱۹۸۹ء خاص نمبر

جنوری	ـــ لاکھوں سلام (حصہ اوّل)
فروری	ـــ رسول نمبروں کا تعارف (حصہ دوم)
مارچ	ـــ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ اوّل)
اپریل	ـــ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ دوم)
مئی	ـــ لاکھوں سلام (حصہ دوم)
جون	ـــ غیر مسلموں کی نعت (حصہ دوم)
جولائی	ـــ کلامِ ضیاء (علامہ ضیاء القادریؒ) حصہ اوّل
اگست	ـــ کلامِ ضیاء (حصہ دوم)
ستمبر	ـــ اُردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصہ سوم)
اکتوبر	ـــ درود و سلام (حصہ اوّل)
نومبر	ـــ درود و سلام (حصہ دوم)
دسمبر	ـــ درود و سلام (حصہ سوم)

ماہنامہ نعت لاہور ۱۹۹۰ء کے خاص نمبر

- جنوری ـــ حسن رضا بریلوی کی نعت
- فروری ـــ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبروں کا تعارف (حصہ سوم)
- مارچ ـــ درود و سلام (حصہ چہارم)
- اپریل ـــ درود و سلام (حصہ پنجم)
- مئی ـــ درود و سلام (حصہ ششم)
- جون ـــ غیر مسلموں کی نعت (حصہ سوم)
- جولائی ـــ اُردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (حصہ چہارم)
- اگست ـــ وارثیوں کی نعت
- ستمبر ـــ آزاد بیکانیری کی نعت (حصہ اوّل)
- اکتوبر ـــ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حصہ چہارم)
- نومبر ـــ درود و سلام (حصہ ہفتم)
- دسمبر ـــ درود و سلام (حصہ ہشتم)

ماہنامہ نعت لاہور

۱۹۹۱ء کے خاص نمبر

جنوری ـــــ شہیدانِ ناموسِ رسالت (اول)

فروری ـــــ " دوم

مارچ ـــــ " سوم

اپریل ـــــ " چہارم

مئی ـــــ عربی ادب میں ذکرِ میلاد

جون ـــــ غریب سہارنپوری کی نعت

ایڈیٹر نعت کی چند مطبوعات

ایڈیٹر "نعت" کی بیس سے زیادہ تصانیف/تالیفات شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل کتابیں دستیاب ہیں ـــــ

١- **حدیثِ شوق** دوسرا مجموعہ جس میں ٨٧ نعتیں ہیں۔ آخر میں ایڈیٹر "نعت" کی نعتیہ شاعری کے بارے میں اہلِ علم و دانش کی آرا شامل ہیں۔ دوسرا ایڈیشن صفحات ١٧٦۔ قیمت ۴٢ روپے

٢- **نعتاں دی ڈالی** پنجابی مجموعۂ نعت جسے ١٢ ربیع الاوّل ١۴٠٩ھ کو صدارتی ایوارڈ دیا گیا۔ کتاب میں ٦٣ نعتیں ہیں۔ "حدیثِ شوق" کی طرح اس مجموعے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لیے "تو" یا "تم" کا صیغہ استعمال کرنے کی جسارت نہیں کی گئی۔ صفحات ١۴۴ قیمت ٣٠ روپے

٣- **قلزمِ رحمت** امیر مینائی کے مجموعۂ نعت "محامدِ خاتم النبیین" صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں سے اسّی نعتوں کا انتخاب۔ شروع میں امیر مینائی اور اُن کی نعت کے عنوان سے تحقیقی مقدمہ۔ صفحات ٩٦۔ قیمت ١٠ روپے۔

۴- **نعتِ حافظ** حافظ پیلی بھیتی کے آٹھ نعتیہ مجموعوں کا انتخاب۔ شروع میں "حافظ اور کلامِ حافظ" کے عنوان سے ٣۵ صفحات کا مقدمہ۔ صفحات ٢٨٠۔ قیمت ٧۵ روپے ـــــ

۵- **میرے سرکار** صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مختلف موضوعات پر ایڈیٹر "نعت" کے فکر انگیز اور بصیرت افروز مضامین کا مجموعہ۔ صفحات ١۴۴ قیمت ١٨ روپے

٦- **احادیث اور معاشرہ** حُسنِ معاشرت کے بارے میں آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تیس احادیثِ مبارکہ کی تشریح۔

دوسرا ایڈیشن۔ صفحات ١۵٢۔ قیمت ١٨ روپے

٧- **ماں باپ کے حقوق** کتاب ١٧ ابواب پر مشتمل ہے۔ کتاب کی تالیف میں ٧٠ سے زیادہ کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اپنے موضوع پر حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔ صفحات ١١٢۔ قیمت ٢١ روپے

٨- **اقبالؒ، قائدِ اعظمؒ اور پاکستان** بانیِ پاکستان، حکیم الامّت اور مملکتِ خداداد پاکستان کے بارے میں نہایت اہم تحریر۔ دوسرا ایڈیشن۔ صفحات ١٦٠۔ قیمت ٣٠ روپے۔

٩- **اقبال و احمد رضا مدحت گرانِ پیغمبر** صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم علامہ اقبالؒ اور مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کی قدرِ مشترک عشقِ رسول علیہ التحیۃ والتسلیم پر ایک جامع تحریر۔ تیسرا ایڈیشن۔ صفحات ١١٢۔ قیمت ١٠ روپے

١٠- **راج دُلارے** بچوں کیلئے ایڈیٹر "نعت" کی نظمیں۔ دوسرا ایڈیشن۔ دو رنگی طباعت۔ صفحات ٩٦۔ قیمت ١٨ روپے

١١- **تحریکِ ہجرت ١٩٢٠ء** تحریکِ ہجرت ١٩٢٠ء کے اسباب و علل اور اس کے عواقب و نتائج کا یہ پہلا تاریخی اور تحقیقی تجزیہ ہے جسے حقائق کی روشنی میں دیکھا اور پرکھا گیا ہے۔ دوسرا ایڈیشن۔ صفحات ۴٦۴۔ قیمت ٨۵ روپے

١٢- **منشورِ نعت** اردو اور پنجابی نعتیہ فردیات کا مجموعہ۔ صفحات ١٧٦۔ قیمت ۵٠ روپے

آپکو جن کتابوں کی ضرورت ہو اُن کی قیمت بھیج دیں کتابیں فوراً بھیج دی جائیں گی

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات اور احادیثِ نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ اِن کا احترام آپ پر فرض ہے۔ ماہنامہ نعت کا ہر صفحہ حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے ذکرِ مبارک سے مزیّن ہے۔ لہٰذا ماہنامہ نعت کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۲۹۱

ماہنامہ نعت لاہور

سچ تو یہ ہے حقیقتِ ایماں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں
عرفانِ حق کا نکتۂ پنہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں
انسانیت کے درد کا درماں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں
دُنیا میں حق کی شمعِ فروزاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں
محبوبِ رب ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ سارے جہاں سے کیوں
سمجھیں اُنھیں عزیز نہ ہم اپنی جاں سے کیوں

محشر رسول نگری

(منتظر رقم)